احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

# ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

جلد 21 شمارہ 4 ربیع اول/ ربیع ثانی ۱۴۲۸ھ اپریل 2007ء

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد سلیم دانش

ڈپٹی ایڈیٹر
محمد یوسف

مجلس مشاورت
ڈاکٹر رحیق احمد عباسی
ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی
ڈاکٹر محمد شاہد محمود
شاہد لطیف، داؤد حسین مشہدی
نجم الثاقب، سید فرحت حسین شاہ

انچارج پرنٹنگ: شوکت علی قادری
گرافکس: محمد الیاس القادری، محمد اکرم قادری
ترسیل مینجر: محمد سلیم اعوان
کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
عکاسی: جمیل احمد شیخ

## حسن ترتیب


| | | |
|---|---|---|
| حمد و نعت | | 2 |
| اداریہ | چیف ایڈیٹر | 3 |
| القرآن | ڈاکٹر محمد طاہر القادری | 8 |
| الحدیث | علامہ محمد معراج الاسلام | 18 |
| الفقہ | مفتی عبدالقیوم ہزاروی | 22 |
| منصبِ ثناخوانِ مصطفیٰ ﷺ | محمد افضل قادری | 27 |
| دروسِ بخاری | ڈاکٹر محمد طاہر القادری | 35 |
| تحریکی سرگرمیاں | | 59 |


Www.minhaj.info    Info@minhaj.info

قیمت فی شمارہ: 15 روپے
سالانہ زرتعاون: 150 روپے

ترسیل زر کا پتہ
اکاؤنٹ نمبر 51-1457 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ 365 ایم ماڈل ٹاؤن
لاہور پاکستان فون 140-140-111 :UAN فیکس 5168184

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

بدل اشتراک
مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید
جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

طابع: میاں مظفر احمد، ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز، ادارہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

## حمد باری تعالیٰ جل جلالہٗ

اے خدائے جمال و زیبائی
خوب ہے تیری عالم آرائی

تو کہاں ہے کہاں نہیں ہے تو
محو حیرت ہے تاب گویائی

سب میں موجود اور سب سے جدا
کون سمجھے یہ راز تنہائی

پارہ پارہ قبائے استدلال
ریزہ ریزہ ہے دام جویائی

کیا نظر آئے ماسوا کا جہاں
دیکھ کر تیری شان یکتائی

یاس میں غم میں اور مشکل میں
تیری رحمت ہی سب کے کام آئی

اعظم اس نام سے ہے گلشن میں
زندگی، تازگی و رعنائی

(محمد اعظم چشتی)

## نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چمن میں دینِ مبین کے سدا بہار درود
روش روش ہے سمن زار، مشکبار درود
درود مدحتِ خواجہؐ کا ہے جلی عنوان
سراپا عشق و محبت، سراپا پیار درود
رُخِ حیات پہ رونق اسی کے دم سے ہے
کمال چہرۂ ایماں کا ہے نکھار درود
نزولِ رحمتِ باری اسی کے باعث ہے
خدا کے لطف وکرم کی ہے نرم پھوار درود
مثال شمع اندھیرے میں روشنی دے گا
اندھیری کوٹھڑی میں گور کی ضوبار درود
درود نسخۂ راہِ نجات دنیا و دیں
کہ مغفرت اور بخشش کا ہے مدار درود
ہمیں مراد کے ساحل پہ لا اتارے گا
کرے گا قلزم دوراں میں بیڑہ پار درود
سکون و راحت و تسکین کا خزانہ ہے
دکھی دلوں کا ہے سکھ چین اور قرار درود
سبھی وظیفوں کے ماتھے کا ہے یہی جھومر
سبھی اوراد کا ہے ایک شاہکار درود
بروز حشر ہے میری نجات کا ضامن
بنام مصطفیؐ پڑھتا وہ بار بار درود
وہ کام آئے گا نیّر مرے بروزِ حساب
جو انؐ پہ بھیجوں شب و روز بے شمار درود

(ضیاء نیّر)

استعفے بھی دینے شروع کر دیئے ہیں۔ بار کونسلوں میں عدلیہ پر حکومتی حملے کو بدترین آمریت کا شاخسانہ قرار دیا جارہا ہے اور مطالبہ کیا جارہا ہے کہ چیف جسٹس کو غیر مشروط طور پر بحال کر کے حکومت اپنے کیئے کی معافی مانگے۔

☆ اب تک کے واقعات اور احتجاجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ غموں اور دکھوں میں گھری ہوئی پوری قوم کی ہمدردیاں معطل چیف جسٹس کے ساتھ ہیں۔ وکلاء اور عوام نے تاریخی مزاحمت اور استقامت کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ مزاحمت کئی اعتبار سے فیصلہ کن اور نتیجہ خیز لگ رہی ہے اور حکومتی موقف تمام تر کمزوریوں کے ساتھ ہر خاص و عام پر کھل چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت آزادی صحافت کو پابند سلاسل کرنے کی تدبیریں سوچ رہی تھی۔ حکومتی وزراء اور قانونی مشیر کہہ رہے تھے کہ معاملہ چونکہ عدلیہ کے ''تقدس'' کا ہے اس لئے اس پر کوئی تبصرہ نہیں ہونا چاہئے حالانکہ اسی عدلیہ پر حکومت نے خود حملہ کرنے میں پہل کی ہے۔ اسی عدلیہ کے تقدس کو کئی مرتبہ روندا بھی گیا ہے مگر جب عوام کے رد عمل اور ماہرین کے ناپسندیدہ رجحانات پر مبنی تبصروں کا معاملہ آیا تو عدلیہ کے ساتھ فوج کو بھی ''مقدس'' ادارے قرار دیکر ناقابل تبصرہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ریاست ہمارے لئے سب سے مقدس چیز قرآن و حدیث کے قوانین ہیں اور اس کے بعد ملک کا دستور اور آئین۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ حدود و تعزیرات میں ترمیمی آرڈیننس سے لیکر اسمبلیاں توڑنے اور منتخب حکومتوں کو گھر بھیجنے کے جملہ آرڈیننس صدر مملکت کے دستخطوں سے ہی جاری ہوتے رہے ہیں اور اس بات پر تمام اہل علم و قانون متفق ہیں کہ یہ سب کچھ دین اور آئین کے تقدس کی پامالی ہے۔ (جس کی تفصیلات ہم گذشتہ شمارہ جنوری 07ء میں قارئین کے گوش گزار کر چکے ہیں)

---

☆ یہ سب کچھ اس حالت اور اس وقت میں ہو رہا ہے جب ملک شدید داخلی خلفشار اور خارجی دباؤ میں ہے۔ خطے میں امریکی افواج کے مظالم بڑھ رہے ہیں۔ ایران پر امریکی حملے کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ ملک میں قتل و غارت گری، مہنگائی، لاقانونیت اور کرپشن کی بدترین صورت حال ہے۔ قومی انتخابات کا وعدہ بھی کیا جا چکا ہے، نئی دھڑے بندیاں اور انتخابی حلقے وجود میں آرہے ہیں۔ ملک کی معروف سیاسی قیادت ملک بدر ہے۔ سیاسی، دینی قیادتیں مصلحت پسندی کو نظریہ ضرورت بنا کر درپردہ حکومتی پالیسیوں کی حمایت کر رہی ہیں۔ الغرض پوری قوم بے یقینی کے سمندر میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ حکومت نے احتجاجی تحریک کا اثر زائل کرنے کے لئے کراچی اور لاہور کے صوبائی حکمرانوں کے ذریعے متبادل وکلاء کنونشن بھی منعقد کروائے جہاں سرکاری ملازمین کو سیاہ کوٹ کے تحائف بھی زبردستی دیئے گئے۔ کئی جگہوں پر عوامی اجتماعات سے صدر صاحب نے ملکی ترقی کی کہانی بھی سنائی۔۔۔ مگر بات نہیں بنی۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ اب تنگ آ چکے ہیں۔۔۔ انہیں باہر نکلنے کا بہانہ چاہئے تھا جو خود مطلق العنانیت نے انہیں فراہم کر دیا ہے۔ قوم کی نظریں سپریم جوڈیشل کونسل پر لگی ہوئی ہیں۔ فیصلہ جو بھی ہو مگر یہ نتیجہ اخذ ہو چکا ہے کہ سچائی کا ساتھ دینے والے لوگ ابھی تک موجود ہیں۔ اللہ کرے چیف جسٹس کی یہ جرات انکار۔۔۔ قوم کے لئے کسی مثبت تبدیلی کا پیش خیمہ بنے۔

ڈاکٹر علی اکبر قادری

# میلاد مصطفیٰ ﷺ کا انعقاد اور اس کے اجزائے تشکیلی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ماہ ربیع الاول خصوصی اہمیت وعظمت کا حامل ہے کیونکہ اس ماہ مبارک میں پہلوئے آمنہ سے اس عظیم ترین ہستی کا ظہور ہوا جو وجہ تخلیق کائنات ہے۔ یوں تو سارا سال حضور ﷺ کے تذکار جمیل کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں لیکن جونہی ربیع الاول کی آمد ہوتی ہے مسرتوں اور خوشیوں کا ایک سیل رواں شہر شہر، گاؤں گاؤں، بستی بستی اُمڈ آتا ہے اور اہل ایمان قریہ قریہ بے ساختگی اور وارفتگی کے عالم میں محافل میلاد اور جلسے، جلوس کی صورت میں اپنے محبوب نبی ﷺ سے اپنی قلبی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تھمتا نہیں بلکہ ایک دیدنی جوش وخروش کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

محافل میلاد میں تحریر وتقریر اور نعت و بیان کے ذریعے حضور رحمت عالم ﷺ کے حضور شاعر، نعت خواں اور خطباء حضرات اپنے گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی بساط کے مطابق نظم ونثر کے پیرائے میں تخلیق و ولادت اور عظمت وشان مصطفیٰ ﷺ میں رطب اللسان ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ میلاد النبی ﷺ کے لئے برپا کی جانے والی محافل میں عشق کے ترانے چھیڑے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کے خصائل وشمائل اور فضائل وکمالات کا ذکر جمیل بڑے والہانہ انداز سے کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے احوال اور رشک زمانہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آغوش عاطفت میں آپ ﷺ کے عہد کے حالات و واقعات کا تذکرہ ان پاکیزہ محافل ومجالس میں قلب وروح کے تار ہلا دیتا ہے۔ آپ ﷺ کے والضحیٰ چہرے اور واللیل زلفوں کا دل آویز بیان حاضرین کی سماعتوں میں چاشنی بن کر اترتا ہے۔ آپ ﷺ کے معجزات وکمالات بیان کئے جاتے ہیں تو وجد ومستی کے ایسے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں جنہیں صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ انہیں بیان کرنے کی سکت کسی قلم اور زبان میں نہیں۔

میلاد النبی ﷺ کی مبارک تقریبات میں حسن صورت وسیرت مصطفیٰ ﷺ کے تذکرے تو ہوتے ہی ہیں آپ ﷺ کی کثیر الجہت شانوں کا بیان اہل ایمان کے دلوں میں عشق ومحبت کی وہ شمعیں فروزاں کر دیتا ہے جس کی ضوء شبستان زندگی کو منور کر دیتی ہے۔ میلاد النبی ﷺ ایمان کو جلا بخشنے کا ایک انتہائی موثر ومجرب ذریعہ ہے۔ اس سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے جسے علامہ اقبالؒ قوت عشق کا نام دیتے ہیں اور جس کی بدولت اسم محمد ﷺ کی ضیاپاشیوں سے شبستان دہر میں اجالا کیا جا سکتا ہے یہی جشن میلاد منانے کا مدعا ومقصود ہے یعنی بقول اقبالؒ

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

میلاد مصطفیٰ ﷺ کے اجزائے تشکیلی اور اس کے اندر ہونے والی ایمان افروز اور روح پرور سرگرمیوں کو

درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے۔

## ا۔مجالس و اجتماعات کا اہتمام

عید میلاد النبی ﷺ کے پر مسرت موقع پر محافل نعت، مجالس ذکر مصطفیٰ ﷺ اور خصوصی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں جن میں لوگ انتہائی عقیدت و احترام اور جوش و خروش سے شریک ہوتے ہیں اور اپنے قلوب و اذہان کو محبوب خدا ﷺ کے ذکر جمیل سے معطر و معنبر کرتے ہیں۔ بیان میلاد رسول ﷺ کے لیے ایسے اجتماعات کا اہتمام کرنا خود سنت و سیرت سرور کائنات ﷺ سے ثابت ہے۔

### ا۔حضور ﷺ کا اپنے بیانِ میلاد کے لیے جلسہ کا اہتمام

ا۔حضرت مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے:

جاء العباس إلى رسول الله ﷺ فكأنه سمع شيئًا فقام النبي ﷺ على المنبر فقال من أنا فقالوا أنت رسول الله عليك السلام قال أنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب إن الله خلق الخلق فجعلني في خيرهم فرقة ثم جعلهم فرقتين فجعلني في خيرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلة ثم جعلهم بيوتا فجعلني في خيرهم بيتا وخيرهم نسبا۔(ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۴۳، کتاب الدعوات، رقم ۳۵۳۲)

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، (اس وقت ان کی کیفیت ایسی تھی) گویا کہ انہوں نے (حضور ﷺ کے متعلق کفار سے) کچھ (نازیبا الفاظ) سن رکھے تھے (اور وہ حضور ﷺ کو بتانا چاہتے تھے)۔(حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات حضور ﷺ کو بتائے یا آپ ﷺ علم نبوت سے جان گئے) تو حضور ﷺ منبر پر قیام فرما ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس مخلوق میں سے بہترین مخلوق (انسان) کے اندر مجھے پیدا فرمایا اور پھر اس بہترین مخلوق کے دو حصے (عرب وعجم) کیے اور ان دونوں میں سے بہترین حصہ عرب میں مجھے پیدا کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کے قبائل بنائے اور ان میں سے بہترین قبیلہ (قریش) کے اندر مجھے پیدا کیا اور پھر اس بہترین قبیلہ کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر اور نسب (بنو ہاشم) میں پیدا کیا۔''

اس حدیث مبارکہ میں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے واضح الفاظ میں اپنی ولادت (میلاد پاک) کا بیان فرمایا، اپنے نسب شریف، عالی مرتبت خاندان اور گھرانے کا تذکرہ کیا اور اس بیان خاص کے لیے معمول سے ہٹ کر جلسہ کا اہتمام فرمایا، منبر پر کھڑے ہو کر خطاب فرمایا۔ ہمارے یہاں بھی میلاد النبی ﷺ کے جلسہ کے خصوصی اہتمام کے ساتھ یہی موضوعات اور معمولات ہوتے ہیں۔

## ۲۔مدحت و نعت رسول ﷺ

محافل میلاد النبی ﷺ کا ایک اہم ترین عنصر حضور ﷺ کی مدح سرائی اور نعت خوانی ہے۔اہل اسلام اس دن محافل نعت منعقد کر کے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت اور جذباتی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔نعتِ مصطفیٰ ﷺ کوئی نیا عمل نہیں بلکہ قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

## قرآن میں نعت مصطفیٰ ﷺ

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کا ذکر جمیل پیرایۂ نعت میں کیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے جب بھی روئے خطاب ہوا تو نام لینے کی بجائے کبھی "یا ایھا المزمل" کہا اور کبھی "یا ایھا المدثر" اور کبھی یٰسین۔ اسی طرح کلام مجید میں کہیں "والضحی" کہہ کر آپ ﷺ کے روشن چہرے کی قسم کھائی اور کہیں "واللیل" کہہ کر آپ ﷺ کی شب تاریک کی طرح سیاہ زلفوں کو لائق قسم قرار دیا۔

همه قرآن در شان محمد ﷺ

کے مصداق پورے کا پورا قرآن حضور ﷺ کی مدح اور نعت ہی تو ہے۔ اس کے اظہار کے مختلف پیراؤں میں نعت ہی کا رنگ صاف جھلکتا دکھائی دیتا ہے

## حضور ﷺ کا خود اپنی نعت سننا

حضور نبی اکرم ﷺ خود محفل نعت منعقد فرماتے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے کہ وہ مدح میں لکھے ہوئے قصائد پڑھ کر سنائیں۔ اسی طرح بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حضور ﷺ کی مدح سرائی کا شرف حاصل ہوا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ یضع لحسان منبرا فی المسجد یقوم علیه قائما یفاخر عن رسول اللہ ﷺ او ینافح عن رسول اللہ ﷺ و یقول رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالی یؤید حسان بروح القدس ما یفاخر أو ینافح عن رسول اللہ ﷺ۔ (ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۳۸، کتاب الادب، باب انشاد الشعر، رقم ۲۸۴۶)

"حضور نبی اکرم ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھواتے وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی نعت بیان کرتے یا فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا دفاع کرتے اور آپ ﷺ فرماتے: بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ رسول ﷺ کی نعت بیان کرتے ہیں یا ان کا دفاع کرتے ہیں۔"

## ۳۔ صلوۃ وسلام

صلوٰۃ وسلام ایک منفرد اور بے مثل عبادت اور شاندار ومقبول عمل ہونے کی بنا پر قرب خداوندی اور قرب نبوی ﷺ کا بہترین ذریعہ ہے۔ مقبول ترین اور فوری اثرات ونتائج کے حامل اعمال میں اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔ صلوٰۃ وسلام کا میلاد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ گہرا تعلق ہے کیونکہ یہ عمل اللہ رب العزت اور ملائکہ کی سنت ہے، اور وہ ہمہ وقت اپنے نبی ﷺ پر درود سلام بھیجتے رہتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی صلوٰۃ سلام بھیجنے کا حکم خداوندی ہے لہٰذا محبوب کائنات ﷺ کی اس کائنات ہست وبود میں تشریف آوری پر بدرجۂ اولیٰ صلوٰۃ وسلام بھیجنا چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ اللهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:۵۶)

"اللہ اور اس کے فرشتے رسول پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (یعنی جان بوجھ کر عبادت کے طور پر درود وسلام بھیجا کرو)o"

سلام بھیجنا سنت الٰہیہ ہے۔ ماحول، ضرورت اور زمانے کے بدلنے سے احکام میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ مگر سنت الٰہیہ میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ سنت کو ہمیشہ ابدی، دائمی، اور آفاقی قانون کا درجہ حاصل رہتا ہے جو ہر دور میں بحالہ ایک ہی

شکل میں قائم و برقرار رہتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًاO (فاطر: ۴۳) ''تو آپ ہرگز اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پائیں گے''

آیت پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ صلوٰۃ وسلام صرف اللہ کا حکم نہیں بلکہ اس میں ذات باری تعالیٰ کا اپنا عمل اور سنت بھی ہے۔ اس سے حضور ﷺ کے مقام و مرتبہ اور فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔ آیت صلوٰۃ مطلق ہے، اس میں وقت یا جگہ یا کیفیت کی کوئی پابندی نہیں۔ آپ کسی بھی کیفیت میں بیٹھ، کر لیٹ کر، کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھ سکتے ہیں۔ جس طرح محفل میلاد سے باہر پڑھ سکتے ہیں اسی طرح اس کے اندر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ حالتِ قیام جو کہ کمال ادب و احترام پر دلالت کرتی ہے میں سلام پڑھنا بلند مقام کا حامل ہے۔

لفظ تسلیماً کے ذریعے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنے کے آداب سکھائے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم و توقیر کا بڑی سختی سے حکم فرمایا:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ (الفتح:۹)

''تاکہ (اے لوگو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی (ان کے دین کی) مدد کرو اور ان کی (دل سے) تعظیم کرو۔''

## سلام کی مستقل حیثیت

سلام اگرچہ صلوٰۃ کا حصہ ہے مگر اس کی اپنی مستقل حیثیت بھی ہے، اس سے انکار ممکن نہیں کیونکہ باری تعالیٰ نے خود فرمادیا:

صلوا علیه ''صلوٰۃ پڑھیں'' سلموا تسلیما ''سلام پڑھو''

جس طرح دو الگ الگ حکم ہیں، ان کی تعمیل بھی الگ الگ ہوگی۔

## تشہد میں سلام

نماز میں تشہد اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع ہوتا ہے اسکے بعد حضور ﷺ پر صیغہ مخاطب کے ساتھ سلام بھیجا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی شہادت دی جاتی ہے اس کے بعد صلاۃ اور دعا پڑھی جاتی ہے اگر تجزیہ کیا جائے تو پورے تشہد میں کل چار چیزیں ہوتی ہیں۔

۱۔ حمد ۲۔ سلام ۳۔ شہادت ۴۔ صلوٰۃ ودعا

حمد اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ سلام رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص ہے۔ تشہد دونوں کے لئے مشترک ہے پھر درود مکمل رسول ﷺ کیلئے ہے۔ اس اعتبار سے تشہد کا اڑھائی فیصد حصہ رسول ﷺ کے لئے ہے اور ڈیڑھ فیصد اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

## ۴۔ قیام

محفل میلاد النبی ﷺ میں بحالتِ قیام حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر سلام عرض کرنا محبان مصطفیٰ ﷺ کا خاصہ ہے۔ یہ ایک نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ جس طرح حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اہل ایمان پر واجب تھی اور صحابہ کرام ﷺ آپ ﷺ کے ادب و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے اسی طرح آج بھی آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر امت پر واجب ہے۔ محفل میلاد یا محفل نعت کے دوران آپ ﷺ پر سلام پڑھتے وقت احتراماً کھڑے ہونا اسی ادب و تعظیم کا تسلسل ہے۔ جس محفل میں یہ عمل کیا جائے اس پر انوار و برکات الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر ہم ارکان نماز پر غور کریں تو وہ قیام، قومہ اور قعدہ ہیں۔ قیام نماز کا حصہ ہے تو قعود بھی نماز کا حصہ ہے قیام عبادت ہے تو قعود (بیٹھنا) بھی عبادت ہے قیام اللہ کے لئے ہے تو قعود کس کے لئے ہے؟ قابل غور بات یہ ہے کہ فرائض نماز میں قعود کی حالت میں رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھا جاتا ہے اگر یہ حالتیں غیر خدا شرک ہوتیں تو آپ نماز میں شرک کے مرتکب ہو رہے ہوتے مگر ایسا نہیں کیونکہ یہ حالتیں اللہ تعالیٰ کے لئے عبادتا ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے تعظیما ہیں۔

قیام سنت ہے اور یہ احادیث سے ثابت ہے، قیام کی سات اقسام ہیں:

۱۔ قیام استقبال ۲۔ قیام محبت ۳۔ قیام فرحت ۴۔ قیام تعظیم

۵۔ قیام اکرام انسانی ۶۔ قیام سلام ۷۔ قیام ذکر

۱۔ قیام استقبال: کسی معزز ومحترم شخصیت یا رہنمائے ملت وقوم کی آمد پر اس کے استقبال کے لیے قیام جائز ہے۔

۲۔ قیام محبت: کبھی قیام کسی کے لیے از رہ محبت ہوتا ہے۔ والدین کا قیام اپنی اولاد کے لیے، استاذ کا شاگرد کے لیے، شیخ کا اپنے خاص الخواص مرید کے لیے، کسی بڑے کا قیام چھوٹے کے لیے اسی زمرے میں شمار کیا جائے گا۔

۳۔ قیام فرحت: خوشی اور فرحت کے ساتھ کھڑے ہونے کو قیام فرحت کہتے ہیں۔

۴۔ قیام تعظیم: قیام کبھی تعظیم کے لئے ہوتا ہے جیسے امتی کا قیام نبی کے لئے، اولاد کا والدین کے لئے، مریدین کا شیخ کے لئے، شاگردوں کا استاد کے لئے اور چھوٹوں کا بڑوں کے لئے، یہ قیام کسی کی عزت وکرامت اور شرف وبزرگی کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے کہ اور کسی کے تقدس واحترام کے پیش نظر بھی۔ صحابہ کرام ﷺ کا معمول تھا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے تعظیما کھڑے ہوتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں:

**كان النبي ﷺ يجلس معنا في المجلس يحدثنا فإذا قام قمنا قياماً حتى نراه قد دخل بعض بيوت أزوجه۔** (ابوداؤد، السنن،۴: ۲۴۷، کتاب الاداب، باب فی الحلم واخلاق، رقم:۴۷۷۵)

''حضور نبی اکرم ﷺ ہم لوگوں کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے پھر جب اٹھتے تو ہم سب لوگ ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے اور ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ آپ ﷺ حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتے۔''

**۵۔ قیام اکرام انسانی**: اکرام انسانی کے لئے کھڑا ہونا سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ جنازے کو دیکھ کر قیام کرنے کا حکم جسد انسانی کے اکرام کی وجہ سے ہے۔

۶۔ قیام صلوٰۃ وسلام: قیام کی متعدد صورتوں میں سے ایک قیام سلام ہے حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں بادب ونیاز سلام پیش کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سفر معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**مررتُ علٰى موسٰى و هو يُصلّي في قبره۔** (مسلم، الصحیح،۴: ۱۸۴۵، کتاب الفضائل، باب فضائل موسیٰ، رقم ۲۳۷۵)

''میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو آپ اپنی قبر میں صلاۃ پڑھ رہے تھے۔''

مذکورہ بالا حدیث میں **یصلی** کا لفظ آیا ہے جس کے دو معنی ممکن ہیں۔ نماز پڑھنا اور صلوٰۃ پڑھنا۔ عام طور پر اس حدیث میں اس لفظ صلوٰۃ کا ترجمہ نماز پڑھنا سے کیا جاتا ہے مگر ہم اپنے ذوق کے مطابق اس کا معنی درود سلام لے رہے ہیں اور یہ معنی عربی لغت کے مطابق ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: **من صلى علي صلاة ﷺ صلى الله عليه بها عشرا وكتب**

له بها عشر حسنات۔(ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۸۶:۴۸۴)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اسکے بدلے دس رحمتیں بھیجے گا اور اس کیلئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

ا۔ المنجد میں صلوٰۃ کا معنی اچھی تعریف کرنا اور رحمت بھی لیا گیا ہے۔(لولیس معلوف، المنجد، عربی اردو، مادہ صلّی) درود وسلام کے اندر بھی حضور ﷺ کی تعریف کی جاتی اور آپ ﷺ کیلئے طلب نزول رحمت ہوتا ہے۔

(۲) امام مرتضی الزبیدی تاج العروس میں صلوٰۃ کا معنی لکھتے ہیں۔

وقال ابن الاعرابی الصلاة من الله الرحمة ومنه هو الذی یصلی علیکم ای یرحم۔

''ابن اعرابی کہتے ہیں اللہ کی طرف سے صلاۃ کا معنی ''رحمت ہے'' یہی اس اس آیت کا معنی ہے جو تم پر صلاۃ بھیجتا ہے یعنی جو تم پر رحمت بھیجتا ہے۔''

الصلاة حسن الثناء من اللہ ﷻ علی رسوله ﷺ ومنه قوله تعالی اولئیک علیهم صلوات من ربهم ورحمة.

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کی اچھی تعریف بھی صلوٰۃ ہے یہی مفہوم آیت کا ہے۔ وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کی صلوات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔''

جس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام درود پڑھ رہے تھے اسی رات مقام دنی فتدلی پر پہنچنے سے قبل اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ پر درود پڑھ رہا تھا۔

چنانچہ مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے حضور ﷺ پر درود وسلام بھیج رہے تھے۔ یہ مفہوم متن حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ تمام انبیاء جانتے تھے کہ حضور ﷺ نے بیت المقدس میں امامت فرمانی ہے، موسیٰ علیہ السلام کو وہاں ہونا چاہئے تھا۔ اگر یہ معنی لیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے تھے تو یہ معنی قرین قیاس نہیں ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سیدالانبیاء کا سفر معراج شروع ہو چکا ہے۔ حضور ﷺ بیت الحرام سے روانہ ہوکر مسجد اقصیٰ پہنچ کر تمام انبیاء کی امامت کروانے والے ہوں اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی معراج پر تشریف آوری کی کوئی خبر نہ ہو آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا علم نہ ہو اور وہ نوافل شروع کر دیں، فرض ممکن تھا مگر وفات کے بعد فرض نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہمارے خیال میں یہاں پہلا معنی ہی زیادہ مناسب ہے۔

یہ صلوٰۃ استقبال تھی اگر یہ صرف نماز تھی تو تمام انبیاء اپنی اپنی قبر میں نماز ادا کرتے ہیں تو یہ عمل غیر معمولی نہ تھا۔ امت کو بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ شب معراج عاشق مصطفیٰ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام درود پڑھ رہے تھے لہٰذا تم بھی پڑھا کرو۔

۷۔ قیام ذکر: قیام کی صورتوں میں سے ایک قیام ذکر ہے۔ اس سے مراد کسی بھی دینی، تبلیغی یا روحانی وتربیتی مقصد کے لئے کھڑا ہونا ہے جیسے درس وتدریس کے لئے معلم کا کھڑا ہونا، خطبہ کے لئے عالم کا کھڑا ہونا، قاری کا تلاوت قرآن کے لئے کھڑا ہونا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔(آل عمران:۱۹۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھتے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔''

سلام محبوب خدا ﷺ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے جیسا کہ

محبوب ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت، محبوب ﷺ کی نصرت کو اپنی نصرت محبوب ﷺ کی معصیت کو اپنی معصیت اور محبوب ﷺ کی رضا کو اپنی رضا اور محبوب ﷺ کی ادا کو اپنی ادا محبوب ﷺ کی ایذا کو اپنی ایذا اور محبوب ﷺ کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا۔

قیام کی ان تمام اقسام کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہر ذات کے لیے قیام اس کے مرتبہ کے لحاظ سے جائز ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کیلئے ادباً اور تعظیماً کھڑا ہوتا ہے، کوئی میزبان مہمان کے استقبال کیلئے کھڑا ہوتا ہے، کوئی شیخ مرید کے لیے محبت رکھتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے اور کوئی بیٹا باپ کیلئے ادباً کھڑا ہوتا ہے تو یہ تمام صورتیں جائز ہوں گی۔ ان میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں پائی جاتی لہٰذا اگر ان تمام ذاتوں کیلئے ادباً، تعظیماً، اکراماً اور فرحت محسوس کرتے ہوئے کھڑا ہونا تو جائز ہوگا تو تاجدار کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

جب ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد پر قیام کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم آپ ﷺ کے ظاہری و جسمانی حالت میں آنے کا تصور کرتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے لیے ایسا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا مگر جب ہم آپ ﷺ کے میلاد پر قیام کرتے ہیں تو درحقیقت یہ ہم محبت، فرحت اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اس گھڑی کو اپنے تصور و تخیل میں رکھتے ہوئے محبت اور فرحت کا اظہار کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں جس میں حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔

## ۵۔ چراغاں کا اہتمام کرنا

عمارتوں، راستوں اور شاہراہوں پر چراغاں کرنا بھی جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کے اجزائے تشکیلی میں سے ہے، کیا قرونِ اولیٰ میں بھی اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟ نگاہِ تحقیق سے دیکھا جائے تو اس کی مثالیں نہ صرف ثقہ روایات کی روشنی میں قرونِ اولیٰ میں دیکھی جاسکتی ہیں بلکہ یہ عمل خود رب ذوالجلال کی سنت بھی ہے۔ حضور ﷺ کی ولادت با سعادت کے حوالے سے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ رضی اللہ عنہا ایک روایت میں بیان فرماتی ہیں: وہ حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھیں اور اس رات جب کہ آپ ﷺ کی ولادت ہوئی، فرماتی ہیں:

فما شيئي انظر اليه من البيت إلا نور۔ (طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵: ۱۸۶)

''میں نے دیکھا کہ گھر میں ہر چیز نور سے منور ہو گئی ہے۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور روایت یوں مروی ہے:

انه خرج مني نور اضاء لي به قصور بصرى من ارض الشام و في روايت اضاء له قصور الشام اسواقها حتى رايت اعناق الابل ببصرى۔ (سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۷۸)

''بیشک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سرزمین شام میں بصرہ کے محلات میری نظروں کے سامنے روشن اور واضح ہوگئے اسی قسم کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اس نور سے ملک شام کے محلات اور بازار اس قدر واضح نظر آنے لگے کہ میں نے بصرہ میں چلنے والے اونٹوں کی گردنوں کو بھی دیکھ لیا۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت سعیدہ کی رات خانہ کعبہ پر جو ستاروں سے چراغاں کیا گیا، اسے اہلِ محبت سنت الٰہیہ کے ذیل میں دیکھ سکتے ہیں۔

## شوکت اسلام کے لئے انتظامات

حضرت ابو وائل ﷛ سے روایت ہے کہ میں خانہ کعبہ میں شیبہ کے ساتھ کرسی پر بیٹھا تو اس نے کہا کہ اسی جگہ پر عمر ﷛ بیٹھے تھے، انہوں نے فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ اس (کعبہ) میں سے تمام زرد و سفید (سونا اور چاندی) تقسیم کر دوں۔ میں نے کہا: بے شک آپ کے صاحبوں (حضور ﷺ اور ابو بکر ﷛) میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا تو انہوں نے فرمایا: ان دونوں کی اقتداء کرنا مجھ پر لازم ہے۔ (یعنی یہ مال تقسیم نہیں کروں گا)''

(الصحیح البخاری، کتاب الحج، باب کسوة الکعبہ، ۲: ۵۷۸، رقم ۱۵۱۷)

امام ابن حجر عسقلانیؒ نے کعبہ شریف کا خزانہ تقسیم نہ کرنے کی ایک وجہ یہ لکھی ہے:

**فی ذلک تعظیم الاسلام و ترهیب العدو** ۔(فتح الباری، ۳: ۴۵۷)

''اس میں تعظیم اسلام اور دشمنوں کو ڈرانا معلوم ہوتا ہے۔'' اور مزید لکھتے ہیں:

**واستدل التقی السبکی بحدیث الباب علی جواز تعلیق قنادیل الذهب والفضة فی الکعبة و مسجد المدینة** ۔(ایضاً)

اور تقی الدین سبکی نے باب کی حدیث (درج بالا) سے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ میں سونے اور چاندی کی قنادیل لٹکانے کا استدلال کیا ہے۔کعبہ کے غلاف کے بارے میں لکھتے ہیں:

**أن تجویز ستر الکعبة بالدیباج قام الاجماع علیه** ۔(ایضاً)

''بے شک کعبہ کو دیباج (قیمتی ریشم کے کپڑے) کے ساتھ ڈھانپنے کی تجویز پر اجماع ہو گیا ہے۔''

قاضی زین الدین عبدالباسط کو بحکم شاہی اس کا غلاف تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اسے نہایت عمدگی سے تیار کیا۔ابن حجر عسقلانیؒ اس بارے میں لکھتے ہیں:

**بسط الله له فی رزقه و عمره فبالغ فی تحسینها بحیث یعجز الواصف عن صفة حسنها جزاه الله علی ذلک أفضل المجازاة** ۔(فتح الباری، ۳: ۴۶۰)

''اللہ تعالیٰ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ کرے اس نے کعبہ کو اتنا حسین کیا کہ کوئی بھی اس کے حسن کو بیان کرنے سے عاجز ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس پر بہترین جزا دے۔''

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر تعظیم اسلام، عظمت اسلام، شوکت اسلام اور دشمنوں پر رعب و دبدبہ کیلئے کعبہ کی آرائش و زیبائش کی جا سکتی ہے، سونے اور چاندی کی قنادیل، شمعیں اور لائٹس کے ساتھ کعبہ کو سجایا جا سکتا ہے، بہترین ریشم کو کعبہ کی زینت بنایا جا سکتا ہے تو پھر کائنات کے دولہا حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت با سعادت پر محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اور والہانہ عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے گلی، محلوں، بازاروں اور مسجدوں کو کیوں نہیں سجایا جا سکتا؟ حالانکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات کائنات کی روح ہے اگر یہ روح جلوہ گر نہ ہوتی تو نہ عرش و فرش ہوتے اور نہ کعبہ و بت خانہ۔ آپ ﷺ کے صدقے سے ہی کعبہ ملا، اگر کعبہ کو سجایا جا سکتا ہے تو حضور پاک ﷺ کے میلاد پر چراغاں کیوں نہیں ہو سکتا؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے میلاد پر آرائش و زیبائش کا اہتمام کرنا بدرجہ اتم مستحسن عمل ہے۔

## ۶۔ اطعام الطعام (کھانا کھلانا)

محافلِ میلاد النبی میں ماکولات و مشروبات کا ہر خاص و عام کے لئے انتظام کیا جاتا ہے، انواع و اقسام کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں، مٹھایاں اور شیرینیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ کھانا کھلانا بہترین عمل ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند فرمایا ہے۔ اطعام الطعام کی قرآن و حدیث میں بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۔ (الدھر:۸۔۹)

’’اور (یہ وہ لوگ ہیں جو) مسکین، یتیم اور قیدی کو اس کی (یعنی اللہ کی) محبت میں کھانا کھلاتے ہیں (ان کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ) ہم تم کو محض اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے کوئی معاوضہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔‘‘

۲۔ مناسکِ حج میں سے ایک فعل قربانی کے جانور ذبح کرنا بھی ہے۔ ان قربانی کے جانوروں کا ذبح کرنے کے بعد اللہ رب العزت نے ان کے گوشت کو خود کھانے اور باقی ضرورت مندوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۔ (الحج:۲۸)

’’پس تم اس میں سے خود (بھی) کھاؤ اور خستہ حال محتاج کو (بھی) کھلاؤ۔‘‘

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کو کھانے کی دعوت پر بلایا کرتے تھے۔

ان آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ کھانے کی دعوت دینا اور اپنے دوست احباب، ضرورت مندوں، محتاجوں اور بے کسوں کو کھانا کھلانا عین سنتِ مصطفیٰ ﷺ اور حکمِ خداوندی ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من أطعم اخاه خبزا وسقاه ماء حتی يرويه بعده الله عن النار سبع خنادق بعد مابين خندقين مسيرة خمسمائة سنة۔ (حاکم، المستدرک، ۴:۱۴۴، رقم ۷۱۷۲)

’’جو شخص اپنے کسی بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور خود پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ کی) آگ سے سات خندق جتنے فاصلے سے دور کر دے گا۔ دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔‘‘

درج بالا گفتگو سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ کسی کو بھی کھانا کھلانا چاہے اسے پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو بہترین عمل ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ کھانا کھلانے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور جنت میں ٹھکانہ ملتا ہے۔ لہٰذا اگر عام دنوں میں کسی بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلانے کا اتنا زیادہ ثواب ہے تو جس دن بے کسوں کے والی، بے آسروں کے آسرا، بے سہاروں کے سہارا اور بے نواؤں کے نوا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور کی اس عالم آب و گل میں تشریف آوری ہوئی اس موقع پر کھانا کھلانا کتنا باعث اجر ہوگا۔

## ۷۔ جلوسِ میلاد

عید میلاد النبی ﷺ کے دن درودوں اور سلاموں کی جلو میں جلوس نکالنا بھی تقریباتِ میلاد کا ضروری حصہ بن چکا ہے۔ غلامانِ رسولِ عربی کا یہ عمل بھی صحابہ مصطفیٰ ﷺ کی پیروی ہے۔ عہدِ رسالتمآب ﷺ میں بھی جلوس نکالے گئے جن میں صحابہ کرام شریک ہوئے۔ درج ذیل احادیث سے جلوس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے:

## انصار مدینہ کا استقبال مصطفیٰ ﷺ کے لیے جلوس

حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی مدینہ منورہ آمد کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''ان دنوں جب آپ ﷺ کی آمد متوقع تھی مدینہ منورہ کے مرد و زن، بچے اور بوڑھے ہر روز جلوس کی شکل میں دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے آپ کے استقبال کے لئے مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر قبا کے مقام پر جمع ہو جاتے۔ جب ایک روز سید کائنات ﷺ نے ہجرت کی مسافتیں طے کرتے ہوئے نزول اجلال فرمایا تو اس دن اہل مدینہ کی خوشی دیکھنے کے لائق تھی۔ اس دن ہر فرد فرط مسرت سے گھر سے باہر نکل آیا اور شہر مدینہ کے گلی کوچوں میں ایک جلوس کا سا سماں بن گیا۔ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

فصعد الرجال و النساء فوق البیوت و تفرق الغلمان و الخدام فی الطرق ینادون یا محمدا یا رسول اللہ! یا محمدا یا رسول اللہ!۔ (مسلم، الصحیح، ۴: ۲۳۱۱، کتاب الزھد)

''مرد اور عورتیں گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے، سب بآواز بلند کہہ رہے تھے یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ! (ﷺ)''

اپنے آقا ﷺ کو سواری پر دیکھ کر دل و جاں نثار کرنے والے غلاموں پر کیف و مستی کا ایک عجیب سماں طاری ہو جاتا ہے۔ اچانک نعرے بلند ہونے لگتے ہیں:

| | |
|---|---|
| اللہ اکبر قد جاء رسول اللہ | اللہ اکبر جاء رسول اللہ |
| اللہ اکبر جاء رسول اللہ | اللہ اکبر جاء رسول اللہ |

معصوم بچیاں اور اوس و خزرج کی عفت شعار دوشیزائیں دف بجا بجا کر دل و جان سے محبوب تر اور عزیز تر اپنے مہمان کو ان اشعار سے خوش آمدید کہہ رہی تھیں:

| | |
|---|---|
| طلع البدر علینا | من ثنیات الوداع |
| وجب الشکر علینا | ما دعا للّٰہ داع |
| ایھا المبعوث فینا | جئت بالامر المطاع |

## فتح مکہ کے موقع پر عظیم الشان جلوس

اسی طرح سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فتح مکہ کے موقع پر ایک عظیم الشان جلوس کی صورت میں جب مسلمان حضور ﷺ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابن عباس ﷺ بآواز بلند اللہ کی شان و شوکت اور حضور ﷺ کی نعت بیان کر رہے تھے۔

گزشتہ صفحات میں محفل میلاد النبی ﷺ کے اجزائے تشکیلی بیان کیے گئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام اجزاء جن سے مل کر ایک محفل کو وجود ملتا ہے سب جائز ہیں ان میں سے ایک عمل بھی ایسا نہیں جس کی اصل موجود نہ ہو یا کوئی قرآن و سنت سے متصادم ہو جب یہ اجزاء الگ الگ طرز پر جائز ہیں تو مجموعی طور پر محفل میلاد النبی ﷺ کی صورت میں جائز کیوں نہیں۔

❀❀❀❀❀❀

الحدیث

دورِ حاضر میں

# عیدِ میلاد منانے کی ضرورت و اہمیت

علامہ محمد معراج الاسلام

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ وَسَاُخْبِرُکُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَۃُ ابراهیمَ وَبِشَارَۃُ عِیْسٰی وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَاَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ قد خَرَجَ لَھَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَھَا مِنْہُ قُصُوْرُ الشَّامِ.

(مشکوۃ، ۲:۵۱۳)

’’ہمارا نام اللہ تعالیٰ کے ہاں، اس وقت ہی خاتم النبیین کی حیثیت سے مکتوب تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا پیکر خاکی ابھی زمین پر ہی پڑا ہوا تھا، اور اس میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔ ہم تمہیں اپنے ابتدائی احوال سے آگاہ کرتے ہیں، ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، اور اپنی امی جان کا خواب ہیں جو انہوں نے دیکھا تھا جب ولادت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور خارج ہوا جس کے اجالے میں شام کے محلات بھی نظر آگئے‘‘۔

## شرح و تفصیل

ایک باوقار، خودمختار اور زندہ و بیدار قوم کا یہ شعار ہوتا ہے کہ وہ خود کو فعال و سرگرم عمل اور پرجوش رکھنے کے لئے، قومی اہمیت کے حامل دنوں کو کبھی فراموش نہیں کرتی، بلکہ انہیں ہمیشہ یاد رکھتی ہے، اور جب بھی سال بعد وہ دن آتا ہے تو پورے جوش و جذبے، اور ذوق و شوق کے ساتھ اسے مناتی ہے، تاکہ نئی نسلیں بھی اس کی افادیت و اہمیت سے آگاہ ہوں۔ اور ان کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا داعیہ پیدا ہو، جس نے انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو اور پوری قوم کو اس نعمت عظمیٰ سے نوازا، حریتِ فکر، مقام بندگی، اور حصولِ سعادت کے آداب و اصول سے آشنا کیا، اور یہ ذوق بخشا کہ میدان میں آئیں، اور اپنی آزادی، بقاء، عقائد و نظریات اور تہذیب و شعار کی حفاظت کریں، اور کسی کو قومی وجود کی طرف دستِ تعدی دراز کرنے اور نظریاتی سرحدوں پر شب خون مارنے کی اجازت نہ دیں۔

قومیت اور تہذیب و ثقافت کی تاریخ میں، ہر وہ واقعہ قومی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو انہیں نئے موڑ پر لے آئے، اجتماعی سلامتی عطا کرے، فکر و نظر کا رخ موڑ دے، یا خود احتسابی کی طرف مائل کر دے، جس کے نتیجے میں، انسان

کے مزاج میں سنجیدگی، طبیعت میں ٹھہراؤ، کردار میں پختگی، معاملات میں اصول پسندی اور اخلاق میں رواداری آ جائے، اوروہ خود کو ایک بہتر انسان بنانے اور ثابت کرنے کے لئے عملی جدوجہد شروع کردے۔ ایسے واقعات ذہنی انقلاب کے بعد خارجی انقلاب پیدا کردیتے ہیں، اور افراد کو ملت کے ساتھ وابستہ رکھنے کا سبب بنتے ہیں۔ جب افراد اجتماعی قومی برادری کو ایک ہی راہ پر چلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس مشاہدہ سے جہاں ان کے اندر بھی اسی راہ پر چلنے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔ وہاں یہ اطمینان بھی نصیب ہوتا ہے کہ یہی راہ برحق ہے۔ جو سب نے اپنائی ہوئی ہے، اس لئے اس پر چلنا ہی بہتر ہے۔

بہت سی احادیث سے اس نظریئے کی تائید ہوتی ہے کہ خصوصی ایام کو یاد رکھنے سے اجتماعی اور قومی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ افراد کے ظاہر وباطن میں صالح انقلاب آتا ہے اور وہ ان ایام و مواقع سے نیا جوش و جذبہ، اور نیا رنگ ڈھنگ حاصل کرتے ہیں، اور دنیاوی و اخروی فلاح وسعادت اور تقرب خداوندی سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ مثلاً

**قدم رسول الله ﷺ المدينة فوجداليهود يصومون يوم عاشوراء فسئلوا عن ذالك فقالوا : هذا اليوم الذى اظهر الله فيه موسىٰ وبنى اسرائيل على فرعون فنحن نصومه تعظيماله فقال النبى ﷺ نحن اولىٰ بموسىٰ منكم فامر بصومه.**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں۔ ان سے سبب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر فتح عطا کی تھی۔ اس لئے ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کا روزہ رکھتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

ہم تم سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ آپ نے بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور ﷺ سے پوچھا گیا: جمعہ کے دن کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بہت سے اہم امور جمع ہوگئے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ پیکرِ آدم اسی روز تیار کیا گیا تھا، دوسری یہ کہ بہت سے واقعات اسی دن ظہور پذیر ہوئے۔ تیسری یہ کہ اس دن کی آخری تین ساعات میں ایک ساعت ایسی بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ ۱۲۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

**خَيۡرُ يَوۡمٍ طَلَعَتۡ فِيۡهِ الشَّمۡسُ يَوۡمُ الۡجُمُعَةِ فِيۡهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيۡهِ اُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ وَفِيۡهِ اُخۡرِجَ مِنۡهَا وَلَا تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِيۡ يَوۡمِ الۡجُمُعَةِ.**

”جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے، ان میں سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم تخلیق کئے گئے تھے اور اسی دن وہاں سے زمین پر بھیجے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے جائیں گے، قیامت بھی جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی“۔

ان حقائق و واقعات سے آگاہ ہوکر انسان کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ان اوقات و ایام کا قدر شناس بنے ان میں غافل نہ رہے اور انہیں اس طرح گزارے کہ وہ برکات حاصل ہوسکیں جن کا ذکر احادیث میں کیا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان خصوصی ایام کو خصوصی اہتمام سے بیان فرمایا ہے اور امت کو یہ تاثر، شعور اور

پیغام دیا ہے کہ وہ ان ایام کو فراموش نہ کرے، بلکہ یاد رکھے اور وہ جب بھی آئیں تو ان کے شایان شان ان میں مخصوص افعال ادا کرے مثلاً روزہ رکھے، دعا و مناجات کرے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہے تاکہ پتہ چل جائے کہ وہ ان ایام کی اہمیت سے غافل نہیں ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بذات خود یہ افعال انجام دے کر یہ سنت قائم کردی ہے۔ چند مثالیں درج ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَرّٰى يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ.

''حضور ﷺ بڑے عزم و اہتمام کے ساتھ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے''۔

دیکھنے والوں کے دل میں تجسس پیدا ہوجانا ایک طبعی امر تھا، چنانچہ انہوں نے پوچھ ہی لیا کہ آقا! آپ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں سئل عن صوم یوم الاثنین.

آپ نے جواب عطا فرمایا، فیہ ولدت وفیہ انزل علی ہم پیر کا روزہ اس لئے رکھتے ہیں کہ اس میں ہماری ولادت ہوئی تھی اور اسی میں نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

امت کے لئے اس سے بڑھ کر قومی اہمیت کا دن اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اپنے نبی کی ولادت کے دن کو دھوم دھام سے منانا، جائز حدود کے اندر رہ کر خوشی کا اظہار کرنا، غرباء و مساکین کو کچھ کھلانا، روزہ رکھنا، عبادت کرنا، درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنا اس دن کے حوالے سے ضروری ہی نہیں بلکہ سعادت مندی کی دلیل بھی ہے۔ جب حضور علیہ السلام نے خود اس دن کو منایا اور اسے روزے کے لئے خاص کیا تو نیاز مندامت کا بدرجہ اولی یہ فرض بنتا ہے کہ اسے خصوصیت کے ساتھ منائے، اسے ذکر و دعا اور درود وسلام کے لئے مختص کرے اور اپنے عظیم نبی ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہو۔ پیر کے دن کا روزہ رکھنے کی ایک وجہ اور بھی بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُعْرَضَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ.

''انسان کے اعمال، بارگاہ خداوندی میں پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں، اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت پیش ہو جبکہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہو''۔

عمل پیش ہونا، تخلیق آدم، وقوع قیامت، فرعون پر فتح، ولادت نبوی، نزول وحی، اپنی اپنی جگہ تمام اہم واقعات ہیں، سرکار نے انہیں ذکر فرمایا، تاکہ انہیں اجتماعی سطح پر یاد رکھا جائے، اور ان سے دینی وملی جوش وجذبہ حاصل کیا جائے۔

ان تمام واقعات میں ولادت نبوی کو جو اہمیت حاصل ہے وہ سب سے بڑھ کر ہے، کیونکہ ظہور نبوت کا تصور، انسان کو جو خوشی، روحانی بالیدگی، اور اطاعت واتباع کا جو ذوق وشوق عطا کرتا ہے، وہ اسی کا حصہ ہے، آمد حبیب ﷺ کے تصور سے روحوں میں کیف وانبساط کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور دل سرور ومستی سے لبریز ہوجاتے ہیں۔

اسی سرور کو دوآتشہ کرنے کے لئے، سرکار نے اس تصور حسین کو خوب نکھار کر بیان کیا ہے اور اس کے ان پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے، جن کا تعلق ولادت سے بھی پہلے کے دور کے ساتھ ہے۔

بتایا کہ تعمیر کعبہ سے فارغ ہوکر حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے اس مبارک گھڑی میں یہ دعا کی تھی کہ یااللہ!

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ.

''ان میں ان ہی میں سے رسول مبعوث فرما! جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے، کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک کرے۔ فرمایا کہ وہ پاک کرنے والا مزکی، اور کتاب وحکمت کی تعلیم دینے والا معلم اور تلاوت کرنے والا قاری میں ہی ہوں یعنی اس آیت کا مصداق میں ہی ہوں، دعائے خلیل میں ہی ہوں''۔

بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا۔

میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور جو تورات پہلے موجود ہے اس کا مصدق ہوں اور بشارت دینے والا ہوں کہ میرے بعد ایک عظیم نبی آئیں گے، ان کا اسم گرامی احمد ہوگا فرمایا کہ وہ احمد میں ہی ہوں، وہ نوید مسیحا میں ہی ہوں۔

آپ کی والدہ صاحبہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا تھا کہ نورانی ہستیاں آئیں اور انہوں نے بتایا کہ تم عظیم خاتون ہو، تمہیں پیغمبر اعظم وآخر کی ماں بننے کا شرف حاصل ہونے والا ہے۔ وہ بے مثل نبی ہوں گے، مخلوق میں کوئی ان جیسا نہیں ہوگا فرمایا کہ میں ہی اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں۔

ولادت کی ان تفصیلات اور حقائق کے اظہار سے یہ مقصود ہے کہ امت سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہو اور اسے تاریخ انسانی کا کوئی معمولی واقعہ قرار نہ دے۔ بلکہ اس کی اہمیت سے آگاہ ہو کر اسے مشعل راہ بنائے اور اس سے زندگی کی تاریک راہوں کے لئے سنت، اتباع نبوی اور محبت رسول ﷺ کی روشنی حاصل کرے اور یہ بات دل کی گہرائیوں میں اتار لے کہ اگر وہ تشریف نہ لاتے تو آج اسے معرفت، عبادت اور روحانیت کا وہ نور حاصل نہ ہوتا جو آج اس کے نہاں خانہ دل کو منور کر رہا ہے اور اسے سعادتیں بخش رہا ہے۔ ❀❀❀❀❀❀❀


شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زیر سرپرستی ٹاؤن شپ لاہور میں واقع

**بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن لاہور سے الحاق شدہ**

ششم تا دہم داخلہ جاری ہے

تجربہ کار اور کوالیفائیڈ اساتذہ کی زیر نگرانی

## منہاج القرآن ماڈل ہائیر سیکنڈری سکول

**سکالرشپ:** سابقہ امتحان (گورنمنٹ / منہاج بورڈ) میں 80 فیصد سے زائد نمبر حاصل کرنے پر سکالرشپ جبکہ 70 فیصد سے زائد نمبروں پر فیس میں خصوصی رعایت دی جائے گی۔

داخلہ جاری ہے

## تحفیظ القرآن انسٹی ٹیوٹ

شعبہ حفظ میں پرائمری پاس طلباء کو قرآن حکیم جیسی لازوال دولت کو سینوں میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر اور سکول کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے
تفصیلات کے لئے
پراسپیکٹس حاصل کیجئے

منجانب: طاہر سرور (پرنسپل)، شاہ جیلانی روڈ بغداد ٹاؤن (ٹاؤن شپ) لاہور

فون: 5116787-5116790

الفقہ

## آپ کے دینی مسائل

# جمعۃ المبارک ۔۔۔ فضائل و مسائل

گزشتہ سے پیوستہ

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

### نماز جمعہ فرض ہے

☆ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا:

لَینتھِینَّ اقوامٌ عن ودعھم الجمعات او لَیُختِمَنَّ اللّٰہُ عَلٰی قلوبھم ثم لیکونُنَّ من الغافلین.

''لوگ نماز جمعہ ترک کرنے سے باز آئیں گے یا اللہ پاک ان کے دلوں پر مہر لگادے گا پھر غافلوں میں ہوجائیں گے''۔ (مسلم)

☆ ابوالجعد الضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی سستی سے تین جمعے چھوڑے، اللہ پاک اس کے دل پر مہر لگادیتا ہے''۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، مالک)

☆ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بغیر عذر نماز جمعہ ترک کی ایک دینار صدقہ کرے، ایک نہ ہوسکے تو نصف دینا''۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

☆ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الجمعة علی من سمع النداء. ''جس نے اذان کی آواز سنی اس پر نماز جمعہ فرض ہے''۔ (ابوداؤد)

☆ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الجمعة علی من اواہ اللیل الی اھلہ. ''جو اپنے اہل وعیال میں رات بسر کرے (مقیم ہو) اس پر نماز جمعہ فرض ہے''۔ (ترمذی)

☆ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ حق ہے، واجب ہے، ہر مسلمان پر ہے باجماعت، مگر چار قسم کے لوگوں پر نہیں۔ غلام مملوک، عورت، بچہ، بیمار (مگر پڑھیں گے تو فرض ادا ہوجائے گا) (ابوداؤد)

☆ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے نماز جمعہ میں شریک نہ ہونے والوں کے بارے میں فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ کسی شخص کو کہوں وہ لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائے پھر جو نماز جمعہ ادا کرنے نہیں آئے ان کو ان کے گھروں سمیت جلادوں''۔ (مسلم)

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے بغیر عذر شرعی نماز جمعہ ادا نہ کی، اسے منافق لکھا جائے گا اس کتاب (رجسٹر) میں جسے نہ مٹایا جاسکے، نہ بدلا جاسکے''۔ (مشکوۃ، بحوالہ شافعی)

☆ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس پر نماز جمعہ فرض ہے ماسوائے مریض، مسافر، عورت، بچہ، مملوک کے۔ جو کھیل یا تجارت کی وجہ سے لاپرواہی برتے اللہ تعالیٰ اس

سے بے پرواہی برتے گا اور اللہ بے پرواہ ستودہ صفات ہے''۔ (دارقطنی)

☆ سلمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہوسکے صفائی کا اہتمام کرے، تیل لگائے، گھر کی خوشبو لگائے (جو میسر ہو) پھر گھر سے نکلے، دو آدمیوں کے درمیان حائل نہ ہو پھر جو اس کی قسمت میں لکھی ہے نماز ادا کرے۔ امام خطبہ دے تو خاموشی سے سنے، اس کے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہونے والے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں''۔ (بخاری) مسلم کی روایت میں ہے مزید تین دن کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں''۔ (مسلم)

☆ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر نماز جمعہ ادا کرنے آیا، خاموشی سے خطبہ سنا۔ اس کے آئندہ جمعہ تک اور تین دن مزید کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے کنکر چھوئے اس نے لغو کیا''۔ (مسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ آنے والوں کے نمبروار نام لکھتے ہیں۔ دن ڈھلے جو پہلے آئے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اونٹ کی قربانی دی، پھر جو آئے اس کی مثال گائے کی قربانی دینے کی سی ہے، پھر مینڈھ، پھر مرغی، پھر انڈا، جب امام مسجد میں آجائے، فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر (خطبہ وخطاب) سنتے ہیں''۔ (متفق علیہ)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن جب تو نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش ہوجا، امام خطبہ دے رہا ہے تو تیری یہ بات بھی لغو ہے''۔ (متفق علیہ)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کوئی شخص ہرگز اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے کھڑا کرکے خود بیٹھنے کی کوشش نہ کرے۔ یوں کہے (بھائیو! جگہ بنادو!''۔ (مسلم)

☆ حضرت ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اپنے سب سے عمدہ کپڑے زیب تن کئے اور خوشبو لگائے پھر نماز جمعہ کے لئے آئے (آگے جانے کے لئے) لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر جو اللہ پاک نے اس کے لئے لکھی ہے نماز ادا کرے (سنت ونوافل) پھر امام کے آنے پر خاموش رہے۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوجائے یہ تمام عمل، اس جمعہ اور اس سے پہلے جمعہ کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا''۔ (ابوداؤد)

☆ اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کروایا اور خود بھی کیا۔ وقت پر گیا (کہ اذان اولیٰ کے لگ بھگ مسجد میں پہنچ گیا) اور (اہل خانہ اور ساتھیوں کو بھی) وقت پر لے گیا۔ پیدل چلا، سوار نہ ہوا (اگر ممکن ہو)۔ امام سے قریب بیٹھا اور خطاب غور سے سنتا رہا اور کوئی فضول بات یا کام نہ کیا۔ اسے ہر قدم پر سال بھر کے روزوں اور نمازوں کا ثواب ملے گا''۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

☆ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے ہر شخص اگر جمعہ کے دن کے لئے محنت ومشقت میں استعمال ہونے والے کپڑوں کے علاوہ دو صاف ستھرے کپڑے تیار رکھے تو کیا حرج ہے؟''
(ابن ماجہ، امام مالک)

☆ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ذکر میں حاضر ہوا کرو! اور امام سے قریب ہوا کرو! بسا اوقات آدمی دور دور رہتا ہے یہاں تک جنت میں بھی پیچھے رہ جاتا ہے اگرچہ اس میں داخل ہوجائے''۔ (ابوداؤد)

☆ معاذ بن انس جہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم کی طرف پل بنایا"۔ (ترمذی)

☆ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم میں جمعہ کے دن کسی کو اونگھ آجائے تو جگہ بدل لے"۔ (ترمذی)

☆ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جائے نافع (راوی) سے پوچھا گیا جمعہ کے وقت انہوں نے کہا جمعہ ہو یا کوئی اور موقع"۔ (متفق علیہ)

☆ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جمعہ کے وقت تین قسم کے بندے حاضر ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو حاضر ہوکر بھی بیہودہ باتیں کرتا ہے۔ اس کے لئے جمعہ کا یہی حصہ ہے۔ دوسرا وہ بندہ جو دعا کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ یہ شخص اللہ سے دعا کرتا ہے وہ چاہے عطا فرمائے چاہے نہ دے۔ تیسرا بندہ وہ ہے جو جمعہ کی نماز میں حاضر ہوا خاموشی وسکون سے، کسی مسلمان کی گردن نہ پھلانگی اور نہ کسی کو تکلیف دی۔ یہ حاضری اس کے لئے آئندہ جمعہ تک اور اس کے بعد تین دن تک (کل دس دن) گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ فرمان خداوندی ہے۔ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا. "جو ایک نیکی لایا اسے اس جیسی دس نیکیاں ملیں گی"۔ (ابوداؤد)

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے امام کے خطبہ کے وقت بات کی، اس کی مثال گدھے کی سی ہے جو کتابیں اٹھائے ہو، اور جو اسے کہے خاموش ہوجا، اس کا جمعہ نہیں۔ (احمد)

☆ عبید بن سباق سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے اجتماع میں فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ پاک نے اس دن کو عید بنایا ہے، سو غسل کیا کرو! اور جس کے پاس خوشبو ہو لگائے اور مسواک کرنا لازم سمجھو۔ (مالک، ابن ماجہ میں مرسل نہیں متصل ہے)

☆ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں پر جمعہ کے دن غسل لازم ہے اور گھر کی خوشبو لگائے اگر نہیں تو اس کے لئے پانی ہی خوشبو ہے۔ (احمد، ترمذی)

## خطبہ اور نماز جمعہ

☆ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد نماز جمعہ ادا فرماتے تھے۔ (بخاری)

☆ حضرت سہل بن ساعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "ہم صبح کا کھانا اور دوپہر کا قیلولہ (آرام) نماز جمعہ کے بعد ہی کرتے تھے"۔ (متفق علیہ)

☆ انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے جب زیادہ سردی ہوتی تو رسول پاک ﷺ نماز جمعہ جلد ادا فرماتے اور جب گرمی زیادہ ہوتی تو نماز جمعہ (وظہر) ٹھنڈی کرکے (تاخیر سے) ادا فرماتے"۔ (بخاری)

السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تو پہلی اذان جمعہ ہوتی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگ زیادہ ہوگئے تو انہوں نے دوسری اذان (اب جو سب سے پہلے دی جاتی ہے) کا اضافہ کردیا تاکہ دور والے لوگ پہلی اذان سنتے ہی چل پڑیں اور ابتداء سے خطبہ سن سکیں۔ یہ پہلی اذان مسجد سے باہر ایک بلند جگہ زوراء پر دی جاتی تھی جسے احجار زیت کہا جاتا تھا۔ (بخاری)

☆ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ دو خطبے دیا کرتے تھے جن کے درمیان آپ بیٹھتے۔ ان

میں قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے۔ آپ کی نماز بھی درمیانی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔ (طویل نہیں) (مسلم)

☆ عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا آدمی کی طویل نماز اور مختصر خطبہ اس کی دینی سوجھ بوجھ کی نشانی ہے۔ سو نماز طویل اور خطبہ مختصر کیا کرو! اور بے شک کچھ بیان تو جادو ہوتے ہیں۔ (مسلم)

☆ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ خطاب فرماتے آنکھیں سرخ، آواز بلند، غصہ وجلال زیادہ ہوجاتا۔ جیسے دشمن کے حملہ آور لشکر کی خبر دیتے ہوں، فرماتے تم پر صبح آیا۔ شام کو آیا اور فرماتے مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا جیسے شہادت کی انگلی اور درمیان والی۔ (مسلم)

☆ یعلی بن امیہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر یہ آیت کریمہ پڑھتے سنا۔ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ. "جہنمی، داروغہ جہنم سے پکار کر کہیں گے اے مالک! تمہارا رب ہم پر موت بھیج کر کام تمام کردے"۔ (الزخرف) (متفق علیہ)

☆ ام ہشام بنت حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے سورہ قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْد (ق ۵۰/۱) رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہی تو سنی اور یاد کی ہے۔ جسے ہر جمعہ کے دن لوگوں کو منبر پر خطبہ دیتے وقت تلاوت فرماتے تھے۔ (مسلم)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے دوران خطبہ فرمایا، تم میں سے جب کوئی جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو (خطبہ کی تیاری و ارادہ کررہا ہو) تو دو رکعت (نفل) ادا کرلے اور کم وقت میں پڑھے۔ (مسلم)

☆ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ منبر پر دو خطبے دیتے۔ دونوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھتے دوران خطبہ بات نہ کرتے۔ (ابوداؤد)

☆ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز جمعہ کی ایک رکعت پالی اس کے ساتھ دوسری ملائے اور جس کی دونوں رکعتیں فوت ہوگئیں وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے۔ (دارقطنی)

## نماز جمعہ صرف شہر اور اسکے مضافات میں

ایسی بستی جس کی آبادی 8 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ عام ضروریات زندگی بھی میسر ہیں نیز تعلیمی سہولتیں اور ذرائع مواصلات بھی میسر ہیں۔ بے شک و شبہ اس میں اور اس کے مضافات میں نماز جمعہ وعیدین ادا کرنا، نہ صرف درست بلکہ لازم ہے۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع. "نماز جمعہ وعیدین جامع مصر (شہر) میں ہی جائز ہے"۔ (الحافظ الکبیر ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی ۱۲۶ھ م ۲۱۱ھ المصنف ج ۳ ص ۱۶۷ مجلس علمی)

☆ عورتوں، غلاموں، بیماروں، مسافروں، بچوں پر جمعہ فرض نہیں، پڑھ لیں تو ہوجائے گا۔ (ایضاً)

ابن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے نماز جمعہ، نماز عیدین وتشریق صرف جامع مصر میں جائز ہے، یا بڑے شہر میں۔ ابن حزم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

## جامع مصر کی تعریف

۱۔ ہر وہ شہر جہاں کوئی حاکم ہو قاضی ہو، احکام کو نافذ اور حدود قائم کرسکے۔ یہ تعریف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے ان سے دوسری تعریف یہ منقول ہے جامع مصر وہ بستی ہے جس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے بالغ مرد نہ سماسکیں۔ (ہدایہ جامع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴ طبع سکھر)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ تعریف بھی منقول ہے۔ بڑا شہر جس میں بستیاں وبازار، گلیاں ہوں کوئی حاکم مجاز ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دینے پر قادر ہو۔ اپنے جاہ و مرتبہ وعلم سے یا کسی دوسرے کے علم سے حوادث و مقدمات میں جن کی طرف لوگ رجوع کریں۔ یہی تعریف صحیح تر ہے۔ مفتی کا نام نہیں لیا گیا صرف قاضی کے نام پر اکتفا کیا گیا ہے اس لئے کہ صدر اول میں قاضی ہونا مجتہد کا کام تھا۔ یہاں تک کہ اگر حاکم اور قاضی/ مفتی نہ ہوتا تو مفتی رکھنا شرط تھا۔ (شامی ردالمختار ج ۲ ص ۱۳۷ طبع کراچی)

## وجوب جمعہ کی پانچ شرطیں

۱۔ المصر الجامع ۲۔ سلطان (حکمران) ۳ خطبہ ۴۔ جماعت ۵۔ وقت ظہر

## جامع مسجد کی تعریف فقہائے کرام کی نظر میں

۱۔ امام کرخی کے نزدیک جامع مسجد (شہر) جہاں حدود قائم ہوں اور احکام شرع نافذ ہوں۔

۲۔ امام ابو یوسف کے نزدیک جس بستی میں امیر اور قاضی ہو، جو احکام نافذ اور حدود قائم کرسکیں۔

۳۔ اتنی آبادی ہو جو ایک مسجد میں نہ سما سکیں۔ (علامہ کاسانی، بدائع الصنائع ج ۱/ ۲۶۰ طبع کراچی)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شہر شرط نہیں بس چالیس نفوس کی آبادی ہو، مرد ہوں، آزاد ہوں، کسی موسم میں وہاں سے چلے نہ جائیں، بستی خالی نہ کریں، وہاں بھی جمعہ جائز ہے۔ (کاسانی، بدائع الصنائع ج ۱/ ۲۵۹ طبع کراچی)

شہر اور مضافات شہر میں نماز جمعہ جائز ہے۔ میدان عرفات میں نماز جمعہ نہیں۔ حج کے دنوں میں منیٰ میں نماز جمعہ جائز ہے ہاں اگر وہاں شہر بن جائے تو ہمیشہ کے لئے نماز جمعہ وعیدین جائز ہوگی۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۵ طبع کوئٹہ)

**علامہ الجزیری کا تبصرہ:** جمہور محققین حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ شہر جس میں نماز جمعہ وعیدین درست ہے وہ بستی ہے جس کی سب سے بڑی مسجد میں وہ تمام لوگ نہ سما سکیں جن پر نماز جمعہ فرض ہے اگرچہ سارے حاضر نہ ہوں۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ/ ج ۱/ ص ۳۷۹ طبع بیروت)

## عورتوں کا مسئلہ

عورتوں پر نماز جمعہ وعیدین فرض نہیں مگر انہیں یہ اور پنجگانہ نمازیں باجماعت ادا کرنا چاہئیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری میں اور دور خلافت راشدہ میں معمول تھا۔ مسجدوں پر جیسے مردوں کا حق ہے عورتوں اور بچوں کا بھی ہے۔ صرف مردوں کی اجارہ داری نہیں تاکہ نماز جمعہ وعیدین بلکہ نماز پنجگانہ باجماعت میں جو سعادتیں، برکتیں اور حکمتیں ہیں ان سے عورتیں بھی مستفید ہوں۔ مثلاً وقت کی پابندی کے ساتھ حکم خداوندی کی بجا آوری کا جذبہ، اسلامی شان وشوکت کا اظہار، اتحاد و اتفاق و ڈسپلن کا عملی ثبوت، مسلمانوں کا باہمی تعارف ایک دوسرے کے مسائل، خوشی وغمی میں شرکت، تعلیم و تربیت و تبلیغ کے لئے مضبوط رابطہ، تحفظ و دفاع و ترقی کے لئے باہمی مشاورت۔ دور اول میں مسجد کو اسی لئے مرکزی حیثیت دی گئی تھی، حاکم ومحکوم، راعی و رعایا یعنی چھوٹے بڑے کم سے کم دن میں پانچ مرتبہ آمنے سامنے ہوں پھر دیکھیں اخوت، مساوات اور خوشحالی کے کیسے دھارے پھوٹتے ہیں۔ کسی تنظیم کے بنانے اور اسے مضبوط کرنے کے لئے ایک اجلاس یا میٹنگ بلانے پر کتنا سرمایہ، وقت اور محنت کرنا پڑتی ہے۔ افسوس مسلمانوں نے اپنے ان مواقع و مراکز کے تعلیمی، سیاسی، سماجی، معاشرتی و معاشی وتنظیمی فوائد سے اپنے آپ کو صدیوں سے محروم کر رکھا ہے۔ اتنی بڑی سہولت اور اتنی بڑی محرومی۔۔۔ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

# منصبِ ثناخوانانِ مصطفیٰ ﷺ اور اُس کے تقاضے

محمد افضل قادری

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ روحِ ایمان ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے رشتۂ محبت اُستوار کئے بغیر نہ تو لذت ایمان نصیب ہوسکتی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے تعلقِ عبودیت قائم ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ خالقِ کائنات تک پہنچنے کا واحد اور لازمی واسطہ ہیں، لہٰذا سینے میں آپ ﷺ کی اُلفت و رحمت کے چراغ فروزاں کئے بغیر جادۂ مستقیم پر گامزن نہیں ہوا جاسکتا۔

شعر انسانی جذبات، عشق و محبت اور درد و سوز کے اظہار کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اِن منظوم جذبات محبت کا موضوع حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہو تو اِسے عرفِ عام میں "نعت" کہتے ہیں۔ منظوم نعتیہ کلام کا آغاز حضور ﷺ کے دور سے ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے خود کعب بن زُہیر اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما جیسے شعراء سے نعتیہ اَشعار سماعت فرمائے اور ان حضرات کو تحائف اور دعاؤں سے نوازا۔ تب سے یہ نورانی، وجدانی اور عرفانی سلسلہ کلام باقاعدگی کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ کسی عہد میں، کسی زبان میں اور کسی بھی ملک میں نعتِ رسول مقبول ﷺ کا تسلسل نہیں ٹوٹا۔ ہر عہد کے سلیم الفطرت لوگ اپنی ذہانتوں کو کام میں لاتے ہوئے اس صنفِ شعری میں اضافہ کرتے رہے۔ برصغیر پاک و ہند کو یہ اِعزاز حاصل ہے کہ نعت گوئی کو باقاعدہ فن بنانے اور اسلامی شعری اَدب کے دامن کو حمد و نعت سے منور کرنے کا تاریخی کارنامہ قدرت نے انہی سے لیا۔ خصوصاً پاک و ہند میں جب اُردو زبان کا طوطی بولنے لگا تو مسلم شعراء نے دیگر اَصنافِ سخن کی طرح نعت نویسی کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ آج بجا طور پر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ جس قدر نعت خوانی اور نعت گوئی اس خطۂ ہند و پاک میں ہو رہی ہے پوری دنیا میں نہیں ہو رہی ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ محمد اِقبال نے اِس خطے کی اِسی خصوصیت کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

یہ اَمر قابلِ تحسین ہے کہ گذشتہ صدی کے دوران، نعت گو شعراء اور ثناخوانانِ مصطفیٰ نے خطۂ پاک و ہند میں ربطِ رسالت کے احیاء اور فروغِ عشقِ رسول ﷺ کے لئے قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ بدعقیدگی مادیت پرستی، دین سے بیزاری اور نفسانفسی کے اس پُرآشوب دور میں انہوں نے زبان و قلم سے نہ صرف گستاخی و بے اَدبی کے بلاخیز طوفان کو روکا بلکہ کروڑوں اَفرادِ اُمت خصوصاً نئی نسل کے دلوں میں عشق و محبتِ رسول ﷺ اور اَدب و اِحترامِ اَولیاء کی شمعیں بھی روشن کیں۔ بلاریب ناموسِ رسالت پر کٹ مرنے کا جذبہ پیدا کرنے اور گلی محلوں سے لے کر مقتدر طبقات کے ایوانوں تک نعتیہ کلچر کو فروغ دینے میں اِن کی گراں قدر خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

عہدِ نبوی میں ثنا خوانانِ مصطفیٰ کی بڑی عزت و تکریم کی جاتی تھی۔ وہ مدحتِ مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ عزت و ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے گستاخانِ نبی کی حرزہ سرائی اور بے اَدبی کا بھی مسکت جواب دیتے تھے۔ مدحت و ثنائے مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت و اَہمیت کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ دربار رسالت کے نعت خواں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں با قاعدہ منبر رکھا جاتا تھا جس پر چڑھ کر وہ آقا علیہ السلام کی موجودگی میں گلہائے عقیدت پیش کرتے تھے۔ امام ترمذیؒ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی عہدِ نبوی میں آپ ﷺ کی موجودگی میں منعقد ہونے والی ایک محفل کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنبَراً فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِماً يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَوْ قَالَتْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ۔

''حضور نبی اکرم ﷺ مسجدِ نبوی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے منبر بچھواتے جس پر وہ کھڑے ہو کر نبی اکرم ﷺ کی طرف سے فخر کرتے یا مدافعت کرتے''

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اِس مدحت و ستائش سے خوش ہو کر اِن کو درج ذیل کلمات تحسین سے نوازتے:

إِنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ۔

''بے شک اللہ ﷻ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فخر کرتے رہیں یا (فرمایا:) مدافعت کرتے رہیں۔'' (ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۳۸، رقم: ۲۸۴۶)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرح کئی صحابہ کرام نے نعتِ مصطفیٰ کو باقاعدہ اپنی شاعری کا مرکز و محور بنایا۔ ان کے کلام کا مجموعہ ''دیوانِ حسان بن ثابت'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

اِس اَمر میں کوئی شک نہیں کہ مدحتِ مصطفیٰ ایک قابلِ فخر اور باعثِ اَجر و ثواب عمل ہے۔ نعت خواں جذب و شوق سے لبریز اور درد و سوز سے معمور آواز سے نہ صرف سامعین کی تسکینِ روح کا سامان کرتا ہے بلکہ انہیں احساسِ قربِ مصطفیٰ سے بھی آشنا کرتا ہے۔ لہٰذا ثنا خوانی جہاں ایک قابلِ افتخار منصب ہے وہاں ایک اہم دینی ذمہ داری بھی ہے۔

ماضی قریب میں محافلِ نعت کا مبارک عمل جہاں بڑی تیزی سے فروغ پذیر ہوا ہے وہاں خود اِحتسابی کے فقدان اور اَربابِ دانش و بینش کی عدم اِلتفاتی کی وجہ سے بعض مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں۔ اِن مسائل کا تعلق کسی خاص طبقے یا فرد سے نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی ہم سب اس کے ذمہ دار ہیں۔ علماء حق اور صاحبانِ فکر و نظر وقتاً فوقتاً اِن اِصلاح طلب پہلوؤں کی طرف توجہ مبذول کرواتے رہتے ہیں جس سے ہمیں اپنے رویوں، اَعمال اور اَخلاق کی اِصلاح کا موقع ملتا رہتا ہے۔ ذیل میں اسی حوالے سے چند معروضات پیشِ خدمت ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ثناء خوانی کے تقاضے کیا ہیں؟ ایک نعت خوان کن اَوصاف حمیدہ کو اپنا کر نہ صرف یہ کہ نعتِ رسول جیسے مسعود و مبروک عمل کی احسن طریقے سے خدمت کرسکتا ہے بلکہ معاشرتی اور سماجی حوالے سے سامعین کی فکری و اخلاقی راہنمائی کا فریضہ بھی سرانجام دے سکتا ہے۔ ایک ثنا خوانِ مصطفیٰ کو درج ذیل اُمور پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

## ا۔ تعمیرِ سیرت اور تطہیرِ اخلاق

مسندِ مدحتِ مصطفیٰ پر بیٹھنے والے خوش بخت کیلئے سیرت و اَخلاق میں عام لوگوں سے ممیز و ممتاز ہونا چاہیے۔ ثنا خوانِ مصطفیٰ سامعین اور ذات مصطفیٰ ﷺ کے درمیان عشق و محبتِ مصطفیٰ پیدا کرنے کے حوالے سے ایک واسطہ ہوتا

ہے۔ یہ اپنے کلام اور مدح بھری آواز کے ذریعے مشتاقانِ جمالِ مصطفیٰ کو قرب و وصال کے احساسات سے آشنا کرتا ہے۔ اگر اس کے اَفعال و کردار اور سیرت و اَخلاق اچھے ہونگے تو پڑھا جانے والا کلام اثر آفریں اور نتیجہ خیز ثابت ہوگا لیکن اگر نعت خواں اِن اَوصاف سے متصف نہیں ہوگا تو وقتی طور پر ترنم و نغمگی کی وجہ سے جذباتی ماحول تو پیدا ہو جائے گا مگر مدحتِ مصطفیٰ کے بھرپور اور دائمی ثمرات اور فیوض و برکات حاصل نہیں ہوں گے۔ نعت گو شاعر صائم کرنالی صاحب نعت کہنے سے قبل کے تقاضے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

لگا لوں نفسِ امّارہ کو پہلے آتشِ توبہ
یہ جل کر خاک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا
دہن کو میں ہزار بار دھو لوں مُشک و عنبر سے
زباں جب پاک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا
مئے عشقِ نبیؐ سے میں ذرا سرشار تو ہو لوں
گریباں چاک ہو جائے تو پھر میں نعت لکھوں گا

حضور نبی اکرم ﷺ نے سیرت واَخلاق کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلَاقِ. (بیهقی، السنن الکبری، ۱۰: ۱۹۱).

''بے شک مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

مکارم اخلاق کے حوالے سے ہی امام ہیثمیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَكَارِمُ الأَخْلَاقِ مِنْ أَعْمَالِ الْجَنَّةِ۔ (هیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۷۷)

''اچھے اخلاق، جنت کے اعمال میں سے ہیں۔''

ثناخوانی کے ساتھ ساتھ اگر ثناخوانِ مصطفیٰ اپنے اَسلاف و اَخیار کے اَخلاق و کردار اور اَعمال و اَحوال کو جزِ جان بنا لیں تو وہ وقت دور نہیں کہ جب یہ صنعت رُشد و ہدایت اور تجدید و احیائے محبتِ رسول کا ایک ایسا معتمد و مستحکم اِدارہ بن جائے گا جہاں سے لاکھوں لوگ عشق و محبتِ رسول کے نور سے اپنے قلوب و اَرواح کو منور کرتے رہیں گے۔

## ۲۔ اِطاعت واتباعِ رسول ﷺ

ثناخوانِ مصطفیٰ کیلئے دوسری اَہم بات حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کی اِطاعت و اتباع ہے۔ اِطاعت و اتباعِ رسول کے بغیر کوئی عمل چاہے بظاہر وہ کتنا ہی مقدس و مبارک کیوں نہ ہو ہرگز مقبول نہیں۔ خود خالقِ کائنات نے اپنی رضا اور محبت کے حصول کیلئے حضور نبی اکرم ﷺ کی اِطاعت لازمی قرار دی ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○

''(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اﷲ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اﷲ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اﷲ نہایت بخشنے والا مہربان ہے○'' (آل عمران، ۳: ۳۱)

اِطاعتِ مصطفیٰ کی اَہمیت کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ اﷲ تعالیٰ نے اِطاعتِ رسول کو ہی اِطاعتِ اِلٰہی قرار دیا ہے۔ سورہ النساء میں اِرشاد فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا○

''جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بیشک اس نے اﷲ (ہی) کا حکم مانا اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے

آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجاo" (النساء، ٤: ٨٠)

خود حضور ﷺ نے اپنی اطاعت کو ہی اللہ کی اطاعت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَطَاعَنِي فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ وَ مَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ۔ (بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام، رقم: ٢٧٩٧)

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔"

حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات و فرمودات پر عمل کیے بغیر جب رکوع و سجود (اللہ کی عبادت) مقبول نہیں تو دوسرے اعمال خیر کیسے مقبول ہوسکتے ہیں۔ قافلۂ عشقِ رسول کے سرخیل قاضی عیاضؒ "الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ" میں اِطاعت و اِتباعِ رسول ﷺ کی اہمیت و فوقیت کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

إعْلَم مَنْ احَبَّ شَيْئاً آثَرَه وَ آثَرَ مُوَافَقَتَهُ وَ إلَّا لَمْ يَكُنْ صَادِقًا فِي حُبِّهِ وَ كَانَ مُدَّعِيًا فَالصَّادِقُ فِي حُبِّ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ تَظْهَرُ عَلامَةُ ذَالِكَ عَلَيْهِ وَ أوَّلُهَا الإقْتِدَاءُ بِهِ وَ إسْتِعْمَالُ سُنَّتِهِ وَ إتبَاعُ أقْوَالِهِ وَ افْعَالِهِ وَ إمْتِثَالُ أوَامِرِهِ وَ إجْتِنَابُ نَوَاهِيهِ۔ (قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ، ٢: ١٩)

"(اے مخاطب) اِس بات کو خوب جان لو کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے وہ اُس کی اِتباع کرتا ہے اور اُس کے منشاء کی موافقت کرتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اُس دعویٰ محبت میں سچا نہیں ہے جس کا وہ دم بھرتا ہے۔ لہٰذا محبتِ رسول ﷺ میں (صرف) وہ سچا ہے جس پر اِس کی علامتیں ظاہر ہوں۔ پہلی علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پیروی کرے اور آپ ﷺ کی سنت کا عامل ہو۔ آپ کے افعال و اقوال کی اتباع کرے آپ ﷺ کے اَحکام کو بجالائے اور نواہی سے اِجتناب کرے۔"

## ٣۔ ربطِ رسالت اور محبتِ رسول ﷺ

دردِ عشق اور سوزِ دروں کے بغیر صوتی نغمگی اور خوبصورت آواز کی وجہ سے محفل کو گرمایا تو جاسکتا ہے مگر حاضرین کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی چنگاری کو سلگایا نہیں جا سکتا۔ نعت خواں کا دل اگر عشقِ حبیبِ کبریا سے معمور ہوگا تو اس کے لب وا ہوتے ہی سامعین مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگیں گے۔ اس کے دل کے نہاں خانوں میں چھپا ہوا جذبۂ عشق و مستی، آواز کی پرسوز لہروں کی صورت میں طالبانِ جمالِ محبوب کو مست و بے خود کرتا چلا جاتا ہے۔ محبت و عشقِ رسول کے جذبے سے خالی شخص شہنشاہ ترنم تو ہوسکتا ہے مگر بلبلِ مدینہ نہیں۔ مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کا حق تبھی ادا ہوگا کہ دوسروں کو جامِ محبتِ مصطفیٰ پلانے سے پہلے ہمارے سینے خود شرابِ عشقِ مصطفیٰ سے معمور ہوں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی محبت کو روحِ ایمان قرار دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أحَدُكُمْ حَتَّى أكُوْنَ أحَبَّ إلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَ وَلَدِهِ وَالنَّاسِ أجْمَعِيْنَ۔

"اور تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اُس کے والد (یعنی والدین) اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب تر نہ ہوجاؤں" (بخاری، الصحیح، ١: ١٤، رقم: ١٥)

دوسرے مقام پر اِرشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أحَدُكُمْ حَتَّى يَكُوْنَ اللهُ وَ رَسُوْلُهُ أحَبَّ إلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔

"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے باقی ہر ایک سے محبوب تر نہ ہوجائیں" (احمد بن حنبل، المسند، ٣: ٢٠٧، رقم: ١٣١٧٤)

حکیم الامت علامہ محمد اِقبال ربطِ رسالت اور محبتِ رسول کو تمام عبادات کی روح قرار دیتے ہوئے بارگاہ

رسالت مآب میں عرض کرتے ہیں:

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

حضور ﷺ کے در کی غلامی کو "دیں ہمہ اُوست" اور آپ ﷺ سے عدم تعلق کو "تمام بولہبی است" قرار دیتے ہوئے شاعرِ مشرق لکھتے ہیں!

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر بہ اُو نرسیدی، تمام بو لہبی است

''آپ ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے تھام لے کہ حقیقت میں سارا دین آپ ﷺ ہی ہیں۔ اگر تو آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ نہ ہوا تو تیرا سب کچھ بولہبی (یعنی مبنی بر بغض و عناد) ہے۔''

## ۴۔ مال و دولتِ دنیا سے استغناء

ثناخوانِ مصطفیٰ اور پیشہ ور نعت خواں کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔ ثناخوانِ مصطفیٰ تختِ سکندری کو ٹھکرا کر اور دنیا و مافیہا سے مستغنی ہوکر صبح و شام اپنے آقا ﷺ کے حسن و جمال کے نغمے الاپتا رہتا ہے۔ اس کی نظر دنیا والوں کی جیبوں پر نہیں بلکہ ہمہ وقت اپنے آقا کی عنبریں زلفوں اور سرگیں آنکھوں پر ہوتی ہے۔ اس کا مقصود دولتِ دنیا نہیں بلکہ رضائے محبوب ہوتا ہے۔ وہ مسندِ مدحتِ مصطفیٰ کی عظمت اور وقار کا حیا کرتا ہے۔ وہ ثناءِ مصطفیٰ کو ذریعہ معاش نہیں بلکہ ذریعہ نجات بناتا ہے۔ اس کی مثال اس ٹھنڈے میٹھے چشمے کی طرح ہوتی ہے جس سے تشنگانِ عشق اپنی پیاس آکر بجھاتے ہیں۔ جبکہ پیشہ ور نعت خواں نہ صرف یہ کہ اپنے نبی مکرم ﷺ کے نام اور نسبت کو بیچتا ہے بلکہ ہوسِ زر کے باعث شریف النفس اور مستغنی القلب ثناخوانانِ مصطفیٰ کی رسوائی کا بھی باعث بنتا ہے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے دنیاوی مال و متاع کی محبت کو اپنی اُمت کی ہلاکت کا سبب قرار دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا!

وَاللهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا۔

''بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے، بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں نہ پھنس جاؤ۔'' (بخاری، الصحیح، ۱: ۴۵۱، رقم: ۱۲۷۹)

الغرض نعت و مدحت جیسا مقدس فریضہ سرانجام دینے والے احباب کو مال و دولتِ دنیا سے بیزار اور صرف اور صرف مکینِ گنبدِ خضراء کا طلبگار ہونا چاہیے۔

## ۵۔ کبر و رعونت اور تکلفات سے اجتناب

حضور نبی اکرم ﷺ کا نام لیوا اور آپ ﷺ کے عشق و محبت کے نغمے الاپنے والا کبھی مغرور و متکبر نہیں ہوسکتا۔ عجز و اِنکساری اور خاکساری اُس کی طبیعت کا حصہ ہوتی ہے۔ بے جا تکلفات اور ناز و نخرے سے یہ کوسوں دور ہوتا ہے۔ دوسروں کو اپنی پرسوز آواز کے ذریعے حسن و جمال مصطفیٰ ﷺ کا گرویدہ کرنے والا خود کبھی نخوت و تکبر جیسی ناپسندیدہ بیماری میں مبتلا نہیں ہوسکتا کیونکہ جو اپنے اندر بیٹھے ہوئے ایک انسان (نفس/ضمیر) کو نبوی رنگ میں نہیں رنگ سکتا وہ محفل میں بیٹھے ہوئے ہزاروں لوگوں کو کیسے اُسوۂ حسنہ کا اَسیر بنا سکتا ہے۔ اللہ ﷻ نے تکبر و نخوت جیسی عادات رذیلہ سے خبردار کرتے اِرشاد فرمایا۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ط اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ٥

''اور لوگوں سے (غرور کے ساتھ) اپنا رخ نہ پھیر، اور زمین پر اکڑ کر مت چل، بیشک اللہ ہر متکبّر، اِترا کر چلنے والے کو ناپسند فرماتا ہےo'' (القرآن، لقمٰن، ۳۱: ۱۸)

حضور تاجدار کائنات ﷺ نے اِس خطرناک بیماری کے نتائج و عواقب سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ۔ (مسلم، الصحیح، ۱: ۹۳، رقم: ۹۱)

''جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبّر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

عندلیبِ چمنستانِ نعت کی زباں شیریں، طبیعت حریرو پرنیاں اور دل عجز و انکساری سے معمور ہونا چاہیے تاکہ جب یہ کسی محفل میں گلہائے عقیدت نچھاور کرے تو عُشاق جمال مصطفیٰ کے قلوب و اَذہان اِن کی خوشبو سے معطر و معمور ہوتے چلے جائیں۔ بقول معروف نعت گو شاعر ریاض حسین چوہدری!

دل کے بنجر کھیت میں کرنیں اُگا دیتی ہے نعت
نقش باطل کے جبینوں سے ہٹا دیتی ہے نعت
نعت کہنے کے لے دل پاک ہونا چاہیے
غرق اُلفت دیدۂ نمناک ہونا چاہیے

## ۶۔ شکل و صورت میں اِتباع نبوی

محبوب کے اَحکام و تعلیمات سے ہی نہیں بلکہ اِس کے عادات و اَطوار، نشست و برخاست اور شکل و صورت سے بھی محبت کی جاتی ہے۔ الحمدللہ! یہ اَمر قابلِ تحسین ہے کہ علماءِ حق کی رہنمائی اور مفتیانِ عظام کی حق گوئی کی وجہ سے آج نعت خوانوں کی کثرت ظاہری شکل و صورت میں تعلیمات نبوی ﷺ کی اتباع کرتی نظر آتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ (ابوداؤد، السنن، ۴: ۴۴، رقم: ۴۰۳۱)

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے''

لہٰذا ثناخوانِ مصطفیٰ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مدحت سرائی تو آقا ﷺ کی کرے مگر وضع قطع اور شکل و صورت آقا ﷺ کے باغیوں کے اپنائے۔ مسندِ مدحت پر بیٹھنے والے کی آواز ہی نہیں بلکہ ظاہری شخصیت اور شکل و صورت بھی سامعین پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہے۔ لہٰذا نعت و مدحت کا بابرکت فریضہ سرانجام دینے والے اَحباب کو چاہیے کہ ظاہری شکل و صورت اور وضع میں حضورِ نبی اکرم ﷺ کی اتباع کو حرزِ جاں بنائیں تاکہ ایک طرف اگر مداحِ مصطفیٰ کی پُرکشش آواز سے عُشاق رسول ﷺ کی سماعت محظوظ ہو تو دوسری طرف اِس کی باوقار شخصیت اور پُرنور چہرے سے اِن کی بصارت بھی مُستنیر ہو۔

## ۷۔ اَنبیاء سابقین سے تقابل میں اِحتیاط

اللہ ﷻ کی بے شمار مخلوقات میں سے سب سے اَشرف و اعلیٰ مخلوق انسان ہے۔ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ معزز و محترم ہستیاں اَنبیاء علیھم السلام ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ اِن تمام اَنبیاء علیھم السلام کے سلطان اور سردار ہیں۔ آپ ﷺ دیگر تمام انبیاء علیھم السلام سے افضل ہیں اور اُن تمام کی صفات کے جامع بھی ہیں۔

حُسنِ یوسفؑ، دم عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اِن تمام فضائل و اِمتیازات کے باوجود آپ ﷺ نے تمام اَنبیاء علیہم السلام پر اِیمان لانا اور اِن سب کا اَدب و احترام کرنا ہر مسلمان پر لازم قرار دیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اپنے ایسے تقابل سے منع فرمایا ہے جس سے اِن کی عظمت و شان میں کوئی ادنیٰ گستاخی یا تنقیص لازم آئے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللهِ. (بخاري، الصحيح، ٣: ١٢٥٤، رقم: ٣٢٣٣)

''انبیائے اکرام (علیہم السلام) کو ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو''

حافظ ابنِ کثیر آیت تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (یہ سب رسول (جو ہم نے مبعوث فرمائے) ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، البقرہ، ۲: ۲۵۳) کے ذیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی مذکورہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُفَضِّلُوْنِي عَلَى الأَنْبِيَاءِ۔ (ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ١: ٣٠٥)

''مجھے دیگر اَنبیاء (علیہم السلام) پر فضیلت نہ دو''

امام بخاری اور حافظ ابنِ کثیر کی مذکورہ روایات پڑھ کر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قُرآن نے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فرما کر بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے تو پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے اِس سے کیوں منع فرمایا ہے۔ یہ مسئلہ شرح وبسط کے ساتھ بخاری کی مذکورہ مکمل روایت کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا جو کہ درج ذیل ہے!

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا يَهُودِيٌّ يَعْرِضُ سِلْعَتَهُ أُعْطِيَ بِهَا شَيْئًا كَرِهَهُ فَقَالَ لَا وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ فَسَمِعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَامَ فَلَطَمَ وَجْهَهُ وَقَالَ تَقُولُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَذَهَبَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَبَا الْقَاسِمِ إِنَّ لِي ذِمَّةً وَعَهْدًا فَمَا بَالُ فُلَانٍ لَطَمَ وَجْهِي فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ فَذَكَرَهُ فَغَضِبَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللهِ۔

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی یہودی اپنا سامان فروخت کر رہا تھا۔ اُسے جو قیمت دی جارہی تھی اس پر وہ راضی نہ تھا۔ پس کہنے لگا، اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام انسانوں سے چن لیا، میں اِتنے میں نہیں بیچوں گا۔ یہ بات ایک انصاری نے سن لی تو کھڑے ہوکر (جذبۂ محبتِ رسول سے مغلوب ہوکر) اُس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا، تم کہتے ہو کہ حضرت موسیٰ کو ساری نوعِ بشر سے چنا حالانکہ نبی کریم ﷺ ہم میں جلوہ اَفروز ہیں۔ وہ (یہودی) بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا، اے ابو القاسم! میں ذمی اور معاہد ہوں، فلاں کا کیا حال ہے جس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا۔ آپ ﷺ نے (اُس انصاری سے) دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے منہ پر طمانچہ کیوں مارا؟ اُس نے واقعہ عرض کردیا۔ نبی کریم ﷺ کو غصہ آیا اور غصے کے آثار چہرۂ پُر نور سے نمایاں ہونے لگے پھر فرمایا لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللهِ یعنی انبیاء (علیہم السلام) کو ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو۔'' (بخاری، الصحیح، ٣: ١٢٥٤، رقم: ٣٢٣٣)

مذکورہ روایات پر فکر و تدبر کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی دوسرے اَنبیاء پر فضیلت بیان کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ ممانعت اُس منہجِ تقابل، اُسلوبِ بیان اور طرزِ گفتگو کی ہے جس سے دیگر اَنبیاء (علیہم السلام) کا تقدس و اِحترام متاثر ہوتا ہے۔ لہٰذا نعت خواں، خصوصاً نقیبِ محفل کو ایسے کلام یا ایسے اُسلوبِ بیان سے مکمل اِجتناب کرنا چاہیے جس سے کسی بھی نبی کے مقام و مرتبہ یا عزت و وقار میں کمی کا اندیشہ ہو۔ اِسلام مدحت و فضائلِ مصطفیٰ ﷺ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ دیگر انبیاء علیہم السلام کے احترام کی بھی سختی سے تلقین کرتا ہے۔

## ۸۔علماء کرام کے مقام و مرتبہ کا خیال

علماء دین اور مشائخ عظام اُمتِ محمدیہ کا وہ طبقہ ہیں جو نہ صرف دینِ متین کے مبلغین و داعیین ہیں بلکہ اسلام کی سرحدوں کے محافظ بھی ہیں۔ عظمت و ناموسِ رسالت ﷺ پر جب بھی معاندین و مخالفین کی طرف سے حملہ کیا گیا تو یہ علماء حق ہی تھے جنہوں نے بھرپور انداز میں اس کا دفاع کیا۔ دنیائے اسلام میں عموماً اور پاک و ہند میں خصوصاً نعتیہ تہذیب کے اِرتقاء میں اِن کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ لوگوں کے دلوں میں عشق و محبتِ رسول ﷺ کے چراغ فروزاں کرنے اور تربیت یافتہ ثناخواں مصطفیٰ تیار کرنے کا سہرا علماء و مشائخ کے سر ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے علماء دین کی عظمت بیان کرتے ہوئے اور انہیں انبیاء کا وارث قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ. وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ. إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ. إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا، وَلَا دِرْهَمًا، إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ. فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

(ترمذي، السنن، كتاب العلم عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة، ٥:٤٨، رقم: ٢٦٨٢)

’’عالم کیلئے زمین و آسمان کی ہر چیز یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں اور عابد پر عالم کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء، انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ بے شک اَنبیاء کرام علیہم السلام نے وارثت میں درہم و دینار نہ چھوڑا بلکہ انہوں نے اپنی میراث علم چھوڑی۔ پس جس نے اس (میراث علم) کو حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ پالیا۔‘‘

محافلِ نعت کی انتظامیہ اور نعت خواں حضرات کو چاہیے کہ محفل میں شریک ہونے والے علماء کرام کے مقام و مرتبہ اور منصب و وقار کا خاص خیال رکھیں۔ سامعین کی اِعتقادی و نظریاتی اور علمی و فکری اِصلاح کے لئے مناسب وقت پر اِن کا خطاب ضرور رکھیں کیونکہ نعت شریف سے اگر روحانی حوالے سے لوگوں کی تسکینِ قلب و روح کا سامان ہوتا ہے تو خطبات و تقاریر سے اِعتقادی حوالے سے فکری و نظریاتی پختگی حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اَنبیاء علیہم السلام کے ان وارثین کو اگلی نسلوں تک وراثتِ اَنبیاء (یعنی علمِ دین) منتقل کرنے کا بھرپور موقع دینا چاہیے تاکہ محافلِ نعت میں شریک ہونے والے لوگوں کو ایک ہی پلیٹ فارم سے عشق و محبتِ رسول ﷺ کے جام کے ساتھ ساتھ اطاعت و اتباعِ رسول ﷺ کا پیغام بھی دیا جا سکے۔

الغرض منازلِ محبتِ رسول ﷺ طے کرنے اور ثناء و مدحت کا حق ادا کرنے کے لیے مذکورہ ہدایات کے علاوہ ہر ثناخوانِ مصطفیٰ کو باوقار اور خود دار طرزِ زندگی اِختیار کرنی چاہیے۔ نعتیہ کلام کے تقدس و اِحترام کے پیشِ نظر اِسے گانے کی دُھنوں پر پڑھنے کی بجائے خود تخلیق کردہ معیاری طرز پر پیش کرنا چاہیے۔ ذکرِ اِلٰہی کو مبہم اور غیر واضح انداز میں، نعت کے پس منظر میں، محض موسیقیت یا ردھم کے طور پر استعمال کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ ممنوعہ آلات موسیقی جن سے قلبی و باطنی اِنقباض ٹوٹنے یا درد و سوز پیدا ہونے کی بجائے طبیعت میں ہیجان پیدا ہو، مکمل اِجتناب کرنا چاہیے۔

اُمید واثق ہے کہ اگر ہر ثناخوانِ مصطفیٰ، عزت و وقار اور حزم و اِحتیاط سے مدحت و ثنائے مصطفیٰ ﷺ کا یہ مقدس فریضہ سرانجام دے تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی دعا إِنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ (بے شک اَللہ ﷻ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے) سے انہیں بھی حصہ وافر عطا ہو۔

❀❀❀❀❀❀

# دورہ صحیح البخاری

(حصہ چہارم (ii))

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا برمنگھم UK میں دورہ صحیح البخاری

کی چوتھی نشست میں علمی و تحقیقی درسِ حدیث

ترتیب وتدوین: محمد یوسف (منہاجین)

**گذشتہ اقساط کا خلاصہ:** شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دورہ صحیح البخاری کی پہلی نشست (اشاعت: ماہ نومبر 06، ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین) میں عقائد اہل سنت اور فقہ حنفی سے متعلق متعدد اشکالات کا ازالہ فرمایا۔ آپ نے اپنی ابتدائی گفتگو میں سند/ اسناد کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اہل سنت پر شخصیت پرستی کا لیبل لگانے والوں کا علمی محاکمہ کیااور صحیح البخاری کے تراجم الابواب اوراحادیث الابواب کو بھی واضح کیا کہ ترجمۃ الباب، امام بخاری کا اجتہاد اور ان کی فقہ ہے نہ کہ حدیث مصطفیٰ ﷺ۔ شیخ الاسلام نے صحیح البخاری کے تراجم الابواب پر بحث کرتے ہوئے رفع یدین، آمین بالجہر، قرأت خلف الامام اور امام اعظم پر ہونے والے دیگر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ امام اعظم کی فقہ حنفی، احادیثِ صحیحہ پر قائم ہے۔

شیخ الاسلام نے دورہ صحیح البخاری کی دوسری نشست (اشاعت ماہ دسمبر 06) میں بخاری شریف کی احادیث کی روشنی میں مقام و محبتِ مصطفیٰ ﷺ، تمثلِ ارواح، علم الغیب، حقیقتِ بدعت، شخصیت پرستی، محبتِ اولیاء، رویائے صالحہ، اصلاحِ قلب اور تصوف جیسے موضوعات پر عقلی و نقلی دلائل بیان فرمائے۔

دورہ صحیح البخاری کی تیسری نشست (اشاعت: ماہ جنوری و فروری 07ء) میں شیخ الاسلام نے ''کتاب العلم'' اور ''کتاب الوضوء'' کی متعدد احادیث کو موضوع بحث بناتے نبی کریم ﷺ کے اختیار تشریعی اور اس حوالے سے عقیدۂ صحابہ کرام، حضور ﷺ کی شان قاسمیت، معرفتِ مقام مصطفیٰ ﷺ اور سوالاتِ قبر، زیارتِ روضہ رسول ﷺ و اولیائے کرام، عقیدہ توسل، منہاج السوی کی ضرورت و اہمیت، وسعتِ علم مصطفیٰ، خواب و بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت، خدمت مصطفیٰ ﷺ پر علم و معرفت کا فیض اور آثار مصطفیٰ ﷺ و فضلات مبارکہ سے حصولِ برکت پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔

دورہ صحیح البخاری کی نشست چہارم (i) (اشاعت: ماہ مارچ 07ء) میں شیخ الاسلام نے ''کتاب الوضوء''، ''کتاب التیمم'' اور ''کتاب الصلاۃ'' پر گفتگو فرماتے ہوئے معجزہ کی حقیقت، بشریتِ مصطفیٰ ﷺ، حصول برکت، مقام ابراہیم اور صوفیاء کے وجد و رقص کی حقیقت کی تفصیلی وضاحت کی۔

## كِتابُ الصلاة. بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي الْمَسْجِدِ (مسجد میں کھڑکی اور گزرگاہ رکھنا)

☆ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَاعِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَاعِنْدَ اللّٰهِ فَبَکٰی اَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ فِیْ نَفْسِیْ مَا یُبْکِیْ هٰذَا الشَّیْخَ اِنْ یَّکُنِ اللّٰهُ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَاعِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَاعِنْدَاللّٰهِ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ الْعَبْدُ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمَنَا قَالَ یَا اَبَابَکْرٍ لَا تَبْکِ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْبَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا مِنْ اُمَّتِیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ وَلٰکِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَایَبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِیْ بَکْرٍ.

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا و آخرت میں (رہنے) کا اختیار عطا فرمایا اور اس بندے نے آخرت کو پسند کیا۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اشکبار ہوئے (حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے اپنے دل میں خیال کیا اس بوڑھے (ابوبکر صدیق) کو کس نے رلایا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے بندے کو دنیا و آخرت کا اختیار دیا تو اس بندے نے آخرت کو پسند کرلیا تو (کیا ہوا) (جب ابہام دور ہوا) تو پتہ چلا وہ بندہ (جس کو اختیار دیا گیا ہے) رسول اللہ ﷺ تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ مت روؤ، تمام لوگوں میں مصاحبت اور مال کے لحاظ سے مجھ پر زیادہ احسانات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہیں اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا لیکن اسلام کی اخوت و محبت (خلعت سے بہتر ہے) اور فرمایا مسجد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے علاوہ کسی کا دروازہ نہ رہنے دیا جائے“۔

## موت وحیات میں اختیار

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں عقیدہ سمجھ لیں کہ ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان بشریت کے سوا کوئی مماثلت نہیں ہے (تفصیل گذشتہ شمارے میں بیان کی جاچکی ہے) اس لئے کہ ہم سب لوگ موت میں مجبور ہیں اور نبی، موت کے معاملے میں مختار ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”ہر نبی کو موت سے قبل، موت وحیات کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے چاہے وفات قبول کرے چاہے مزید زندہ رہے“۔

نیز اس حدیث مبارکہ سے بھی اختیار ثابت ہورہا ہے۔ عام انسان کی موت مجبوری کی ہے جبکہ حضور ﷺ کی وفات مختاری کی ہے۔ ہم تو اس لئے مردہ ہوگئے کہ ہم مجبور ہیں جبکہ نبی کے معاملے میں موت مغلوب ہے اور نبی غالب ہے چونکہ نبی مختار ہوتا ہے چاہے تو وفات قبول کرے چاہے تو رد کردے۔ پس جو موت خود اختیار نبی کے تابع ہے وہ موت نبی کو فناء کیسے کرسکتی ہے۔ جو موت خود تابع اختیار محمد ﷺ ہے وہ موت معاذاللہ حضور ﷺ کو مردہ کس طرح کرسکتی ہے۔ یہ تو حضور ﷺ کا اختیار ہے کہ چاہیں تو رد کردیں چاہیں قبول کرلیں۔ گویا حضور ﷺ نے موت کو مرضی سے قبول کیا۔

## حضور ﷺ نے موت کو قبول کیوں کیا؟

حضور ﷺ کو جو موت آئی وہ فناء کے لئے نہیں آئی کیونکہ یہ تو خود حضور ﷺ کے تابع ہے۔ میرے وجدان کے مطابق حضور ﷺ کے موت کو قبول کرلینے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ موت تابع اختیار محمد ﷺ ہے اس لئے اس نے آکر حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا ہوگا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے ساری زندگی ”حیات“ کو شرف بخشا تھوڑا

سا مجھے بھی مَس کر لینے دیں تا کہ میں بھی فخر کروں۔ پس وہ موت مس رسول ﷺ کے لئے آئی تا کہ حضور ﷺ کے جسم پاک کو مس کر سکے، چھو سکے، پس موت، حضور ﷺ کو چومنے اور بوسہ لینے کے لئے آئی اور چھو کر چلی گئی۔

## كِتَابُ الاذان. بَابٌ مَّتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْاِمَامَ عِنْدَ الْاِقَامَةِ

## (اقامت کے وقت جب لوگ امام کو دیکھ لیں تو کب کھڑے ہوں)

☆ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِىْ.

”حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے اور جب تک مجھے نہ دیکھو کھڑے نہ ہو“۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے، امام بخاری نے اسے کتاب الجمعہ میں بھی روایت کی، امام مسلم نے کتاب المساجد، امام ترمذی نے ابواب الوتر، ابواب العیدین، امام ابوداؤد نے کتاب الصلاۃ، امام نسائی نے کتاب الاذان، علاوہ ازیں امام دارمی، ابن حبان نے بھی روایت کیا اور صحیح ابن خزیمہ، مصنف عبدالرزاق، مسند ابویعلی، سنن الکبریٰ اور تمام کتب حدیث میں یہ حدیث آئی ہے۔

### قیامِ تعظیمی کا اثبات

یہ حدیث عقائد کی فرع ”قیام تعظیمی“ کو ثابت کرتی ہے یعنی حضور فرما رہے ہیں کہ جب اقامت کہی جائے تو مت کھڑے ہوا کرو ہاں جب میں اپنے حجرے سے نکلوں اور مجھے دیکھو اس وقت کھڑے ہوا کرو۔ گویا اقامت نماز کے لئے ہے اور قیام مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہے۔ اس سے قیام تعظیمی کے ساتھ ساتھ قیام میلاد بھی ثابت ہوتا ہے چونکہ قیام میلاد بھی تعظیم ذکرِ مصطفیٰ ﷺ میں ہے۔

پس حضور ﷺ کو دیکھ کر قیام کرنا یہ خود حکم رسول ﷺ ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے بعد ایک کونے میں کھڑے رہتے اور حضور ﷺ کے حجرے کے دروازے کو تکتے رہتے اور جب دروازہ کھلتا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نگاہ حضور ﷺ کے چہرہ پر پڑتی اسی وقت اقامت شروع کر دیتے اور جوں ہی صحابہ کی نظر حضور ﷺ پر پڑتی تو دیکھتے ہیں قیام کرتے پس نماز خدا کے لئے۔۔۔ اقامت، نماز کے لئے۔۔۔ اور قیام مصطفیٰ ﷺ کے لئے۔۔۔ آج تک حی علی الصلاۃ پر قیام کرنا اصل میں قیام تعظیم مصطفیٰ ﷺ ہے جو سنت بنا دیا گیا ہے۔

## بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ (نماز کے بعد ذکر کرنا)

☆ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النبى ﷺ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهُ.

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد ذکر میں آواز بلند کرنا عہدِ رسالت مآب ﷺ میں معروف تھا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں لوگوں کے نماز سے فارغ ہونے کو جان جاتا جس وقت با آواز بلند ذکر سنتا تھا“۔

بعض احباب فرض نماز کے بعد اونچی آواز میں ذکر کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ ان احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ ایسے سخت الفاظ استعمال کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے۔

اب اس زمانے میں ذکر کی مختلف شکلیں تھیں، اللہ اکبر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ. گویا ذکر کی کوئی بھی شکل ہو وہ اصل غرض و مدعا میں مانع نہیں ہے۔

معترضین، اعتراض کرتے ہیں اس وقت صحابہ کرام انفرادی طور پر اونچی اونچی آواز میں ذکر کرتے تھے آپ تو تمام مل کر اونچی آواز میں ذکر کرتے ہیں لہذا یہ جائز نہیں؟

انفرادی یا اجتماعی طور پر اونچی آواز میں ذکر کرنے میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی صرف رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاة ''نماز کے بعد اونچی آواز میں ذکر کرنا''۔ کا ثبوت ملتا ہے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا بھی اجتماعی ذکر پر دلالت کر رہا ہے کہ میں اونچی آواز میں ذکر کو سن کر لوگوں کے نماز سے فراغت کا اندازہ لگالیتا۔

## بَابُ وُضُوْءِ الصِّبْيَان....(بچوں کا وضو کرنا۔۔۔)

☆ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ جِدًّا ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِيْنِهِ ثُمَّ صَلَّى مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ فَاَتَاهُ الْمُنَادِيْ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ مَعَهُ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو اِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَنَامُ عَيْنُهٗ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ.

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کی۔ نبی اکرم ﷺ سوگئے اور جب رات کا کچھ حصہ گزرا۔ رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور آپ ﷺ نے دیوار سے لٹکی ہوئی مشک سے ہلکا سا وضو فرمایا۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں نہایت قلیل اور ضعیف وضو فرمایا۔ پھر نماز کیلئے کھڑے ہوگئے اور میں بھی بیدار ہوا اور آپ جیسا وضو کیا اور پھر آ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوگیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب کرلیا۔ پھر آپ ﷺ نے جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا نماز پڑھی پھر آپ چت لیٹ کر سوگئے یہاں تک کہ آپ کے خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر موذن نماز کی غرض سے آپ کے پاس آیا اور آپ اس کے ساتھ نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے نماز پڑھی لیکن وضو نہیں فرمایا۔ ہم نے عمرو بن دینار سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھ محو خواب ہوتی ہے اور دل نہیں سوتا''۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ نوافل سے فارغ ہوکر سوگئے حَتّٰى نَفَخَ ''یہاں تک کہ آپ کی نیند کی آواز سنائی دی'' یہ جملہ اس لئے کہا کہ کامل نیند کے نہ ہونے کا شک نہ رہے، یہ خیال نہ آئے کہ صرف لیٹے ہوئے تھے، محض استراحت فرما نہ تھے بلکہ حالت نیند میں تھے پس حضور ﷺ نیند سے اٹھے اور نماز ادا کی اور وضو نہ فرمایا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نیند حضور ﷺ کے وضو کو نہ توڑتی تھی۔ یہاں ایک اور چیز کی بھی وضاحت کردوں کہ نیند مثل موت ہے۔ قرآن میں فرمایا: کہ جب کوئی سوتا ہے تو اللہ اس کی روح قبض کرلیتا ہے جس نے زندہ رہنا ہے اس کو لوٹا دیتا ہے (اور یہ جاگنا ہے) اور جس کی نہیں لوٹائی جاتی وہ فوت ہوجاتا ہے۔ پس جس طرح نبی کی نیند ان کی بیداری کی حالت کے وضو کو نہیں توڑتی۔۔۔ اس طرح ان کی موت، حالت حیات کو نہیں توڑتی۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

سَمِعْتُ مِنْ حُمَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ اِنَّ رُؤْيَا الْاَنْبِيَآءِ وَحْیٌ.

''انبیاء کی نیند/ خواب وحی ہوتا ہے''۔ (سنن دارمی، جلد ا، حدیث ۱۵۶۵)

وہ حالت (نیند) وضو کو کیسے توڑ سکتی ہے جب اسی حالت میں ان پر وحی بھی نازل ہوتی ہے۔۔۔ کیا اس حالت سے



Scanned with CamScanner

بڑھ کر کوئی حالتِ طہارت ہوسکتی ہے؟۔۔۔ اللہ کی وحی جس حال میں اترتی ہے، اس سے زیادہ اطہر حالت اور کیا ہوگی؟۔۔۔ لہذا نیند آ ئے یا جائے وہ نیند بھی حضور ﷺ کو چومنے اور مس کرنے آتی ہے، آپ ﷺ کی حالت کو بدلنے نہیں آتی۔

## کِتابُ الجمعه. بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنبَرِ (منبر پر خطبہ دینے کا بیان)

☆ قَالَ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ اَنَسٍ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ.

''یحییٰ بن سعید نے کہا مجھے (حفص بن عبیداللہ) بن انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس کے پاس نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے اور جب آپ کے لئے منبر شریف بنا کر رکھ دیا گیا تو ہم نے اس کھجور کے تنے سے رونے کی آواز سنی جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آواز ہوتی ہے۔ حتی کہ نبی اکرم ﷺ منبر سے نیچے اترے اور (ستون حنانہ) پر اپنا دست شفقت رکھا''۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو بخاری شریف میں دیگر مقامات پر بھی روایت کیا ہے جس حدیث میں حضور ﷺ کی کوئی شان ہے کوئی عشق کی بات ہے، عظمت رسول ﷺ کی بات ہے۔ امام بخاری نے اتنی کثرت کے ساتھ اسے بار بار روایت کیا ہے کہ مجھے یوں لگتا ہے کہ امام بخاری حضور ﷺ کے عشق، محبت اور ادب و عظمت کی بات کو بار بار اپنی صحیح میں لانے کے بہانے تلاش کرتے ہیں اس لئے کہ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ جو جس شے سے زیادہ محبت کرتا ہے اس کا ذکر بار بار کرتا ہے۔

حضور ﷺ کھجور کے خشک تنے جس کو استن حنانہ کہتے ہیں کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ جمعہ دیتے تھے، آپ ﷺ کے لئے منبر بنا کر رکھ دیا گیا، آپ ﷺ جمعہ کے وقت تشریف لائے اور منبر پر خطبہ دینے کے لئے قیام فرما ہوئے۔ اس پر خشک کھجور کا تنا زارو قطار رونے لگ گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کے رونے کو اس طرح سنا کہ جس طرح بچہ ماں سے بچھڑ جائے تو چیخ و پکار کے ساتھ روتا ہے، حضور ﷺ نے اس کے رونے کو سنا، منبر سے نیچے اترے اور اس پر ہاتھ رکھا۔۔۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھا اور وہ سسکیاں لیتا ہوا خاموش ہوگیا۔۔۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے اسے سینے کے ساتھ لگالیا اور وہ سسکیاں لیتا ہوا چپ ہوگیا۔۔۔ اس واقعہ کی تفصیلات دیگر کتب میں امام بزار، امام طبرانی، امام حاکم، امام بیہقی، امام بونعیم، امام سیوطی نے مختلف طرق اور اسانید سے بیان کی ہیں۔ امام جلال الدین السیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں تمام طرق اور اسانید کو اکٹھا کرکے اس واقعے کو روایت کیا ہے۔ اسی طرح قاضی عیاض، امام قسطلانی اور دیگر محدثین نے اس پر کثرت سے کام کیا ہے۔۔۔ ایک اور حدیث میں یہ بھی آیا کہ جب حضور ﷺ اس خشک تنے کے پاس گئے تو اس سے پوچھا کہ بتا کیا چاہتا ہے؟ اگر چاہتا ہے تو تجھے دنیا میں پلٹا کر زندہ کردوں اور تم پر پھر پھل پھول لگیں۔۔۔ اور تروتازہ ہوجائے۔۔۔ اور اگر چاہتا ہے تو تجھے جنت میں لگادوں تاکہ جنت میں اولیاء تیرا پھل کھائیں۔

اس کھجور کے خشک تنے نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جنت میں لگادیں۔۔۔ حضور ﷺ نے اسے اکھڑوا کر وہیں دفن کردیا اور اس کے اوپر منبر بنوادیا کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. (صحیح بخاری، جلد۱ حدیث ۱۱۳۲) ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے''۔

امام عسقلانی، امام قسطلانی، امام عینی نے عمدۃ القاری میں روایت کیا کہ امام شافعی سے پوچھا گیا کہ عیسیٰ علیہ

السلام کے معجزات میں سے تھا کہ آپؑ مردہ کو زندہ کردیا کرتے تھے کیا تمہارے نبی نے بھی مردہ زندہ کیا ہے؟ امام شافعیؒ نے جواب دیا، ہاں۔۔۔ عیسیٰ علیہ السلام مردہ زندہ کرتے تھے، ہمارے نبی نے مردہ خشک کھجور کے تنے کو زندہ کردیا۔ (یہ بات ذہن میں رہے کہ مُردوں کو زندہ کرنے کی احادیث بھی موجود ہیں۔) ''احیاء الموتی'' اور ''احیاء الجزع'' میں فرق یہ ہے کہ احیاءِ الموتی میں انسان کامل تھا اور اس کے تمام حواس و اعضاء بھی موجود تھے۔ صرف جسم سے روح نکل گئی، اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے۔

قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ (اللہ کے حکم سے زندہ ہوجا) (کتاب الآثار، جلد۱، حدیث ۸۹۷)

وہ مردہ زندہ ہوجاتا۔ عیسیٰ کا معجزہ تو صرف یہاں تک ہے۔ اس کلام سے روح جسم میں واپس پلٹتی اور حیات آجاتی، باقی تو تمام حواس و اعضاء پہلے ہی سے موجود تھے۔ کانوں نے سننا، آنکھوں نے دیکھنا، زبان نے بولنا اور ہاتھ نے چھونا شروع کردیا۔ پس احیائے موتی میں روح پلٹی جبکہ استنِ حنانہ والا معجزۂ مصطفیٰ ﷺ، احیائے موتی سے عجب تر ہے۔۔۔ احیائے موتی میں انسان تھا۔۔۔ یہاں کھجور کا خشک تنا ہے۔۔۔ نہ اس کی عقل تھی، نہ شعور تھا، نہ فہم تھا، نہ ادراک تھا۔۔۔ اور نہ اس کے حواس و اعضاء تھے، نہ کلام سمجھنے کی طاقت تھی، نہ بولنے کی صلاحیت تھی، اس میں کچھ نہ تھا۔۔۔ حضرت عیسیٰ قم باذن اللہ کہتے تب روح پلٹتی۔۔۔ مصطفیٰ ﷺ نے یہ بھی نہیں کہا بس کھجور کے تنے کے قریب سے گزرے اور قربِ مصطفیٰ ﷺ نے تنے کو زندہ کردیا۔

امام سیوطی نے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ قریب سے گزرے تو تنا دیکھتا رہا کہ میرے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیں گے جب گزر گئے اور منبر پر کھڑے ہوگئے تو اس نے رونا شروع کردیا۔۔۔ پس مصطفیٰ ﷺ کے قرب نے اسے آنکھیں بھی دے دیں، کہ آقا میری طرف نہیں بلکہ منبر کی طرف جارہے ہیں۔۔۔ شعور بھی دے دیا، جب حضور ﷺ نے خطبہ دیا تو کان بھی دیئے اور سماع بھی دیا۔۔۔ رونا بھی دے دیا۔ حواس بھی دے دیئے، اعصاب بھی دے دیئے اور کیفیت بھی دے دی، تڑپنا بھی دے دیا۔۔۔ حضور ﷺ اترے، اسے چھوا، سینے سے لگایا۔۔۔ سسکیاں لینے لگ گیا۔۔۔ یہ حواس بھی دے دیئے اور یہ شعور بھی دے دیا کہ اب حضور ﷺ نے مجھے چھولیا ہے۔۔۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا چاہتے ہو۔۔۔ گویا اس کو سننا اور سمجھنا بھی دے دیا۔۔۔ پوچھا یہیں زندہ کردوں کہ جنت میں لگادوں۔۔۔ جواب دینا بھی عطا کردیا۔۔۔ عرض کیا حضور ﷺ جنت میں لگادیں۔۔۔ پس اس سے اختیار مصطفیٰ ﷺ بھی ثابت ہوگیا کہ چاہیں تو مردہ خشک درخت کو ہرا بھرا کردیں اور چاہیں تو دنیا کے ایک درخت کو جنت میں لگادیں۔۔ جنت بھی دستِ مصطفیٰ ﷺ میں ہے، اکھاڑنا بھی اختیار میں ہے اور لگانا بھی اختیار میں ہے۔

## کِتَابُ الْعِیدین باب سُنَّۃُ العیدین لِاَھْلِ الاسلام (اہل اسلام کیلئے دو عیدوں کی سنت)

☆ عَنْ عَـآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْاَنْصَارِ تُغَنِّیَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ بُعَاثَ قَالَتْ وَلَیْسَتَا بِمُغَنِّیَتَیْنِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَمَزَامِیْرُ الشَّیْطٰنِ فِیْ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَذٰلِکَ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا اَبَابَکْرٍ اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَّھٰذَا عِیْدُنَا۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں (حمامہ ام بلال اور زینب) جنگ بعاث کے دن کے متعلق گیت گارہی تھیں آپ فرماتی ہیں یہ دونوں لڑکیاں (پیشہ ور) گانے والیاں نہیں تھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آلہ صوت (یعنی سرنگیاں)۔۔۔ اور یہ عید کا دن تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر ہر قوم کے لئے عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے''۔

یہ حدیث محفل سماع کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔۔۔ میں قادری ہوں مگر میرے مشرب میں وسعت ہے۔۔۔ میری قادریت میں ذوق کے حوالے سے چشتیت بھی ہے، نقشبندیت بھی ہے، سہروردیت بھی ہے، رفاعیت بھی ہے اور شاذلیت بھی ہے۔۔۔ میں محمدی المشرب ہوں اور قدوۃ الاولیاء حضور سیدنا طاہر علاؤالدین البغدادی الگیلانیؒ کا غلام ہوں ان کے قدموں سے نسبت ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں بچیوں کے جس نغمے کا ذکر ہے وہ انصار کی تاریخ کی شجاعت کا نغمہ تھا، غلط کلام نہ تھا، آپ ﷺ غلط کلام کیوں سنتیں اور بیت نبوت میں کیوں پڑھا جاتا، یہ گمان بھی نہیں کرنا چاہئے، وہ نغمہ انصار کی عظمت اور انکی شجاعت کی تاریخ پر مبنی تھا، گانے والیاں پروفیشنل نہ تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان (یہ شیطان کے ساز حضور ﷺ کے گھر میں بج رہے ہیں؟) سے معلوم ہوا کہ وہ صرف گا نہیں رہی تھیں بلکہ ساتھ دف وغیرہ بجا بھی رہی تھیں جو اس زمانے کا طریقہ تھا۔ گویا گا اور بجا رہی تھی اور گا وہ رہی تھیں جو ام المومنین کے سننے کے شایان شان تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اچانک داخل ہوئے اور ان کی حضور ﷺ پر نظر نہ پڑی تھی کہ گھر میں ہیں یا نہیں۔ اندر داخل ہوئے تو سیدھا ان کو دیکھا اور جلال میں ان سے یہ فرمانے لگے۔ جب یہ بات فرما چکے تو دوسری طرف نظر دوڑائی تو حضور ﷺ چادر زیب تن کئے ایک طرف لیٹے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے کپڑا اٹھایا اور فرمایا:

يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا.

''اے ابوبکر انہیں چھوڑ دو بے شک ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے''۔

## یوم میلاد النبی ﷺ ۔۔۔ یوم عید

پس حضور ﷺ کے اس فرمان کے تتبع میں کہتا ہوں کہ جب میلاد مصطفیٰ ﷺ کا دن آئے تو جشن منائے جائیں اور بہت سی چیزیں جو عام معمول میں نہیں ہوتیں مگر خلاف شرع حرام نہ ہوں ان کا اہتمام کیا جائے، قمقمے لگائے جائیں، چراغاں کیا جائے اور کوئی ان تمام چیزوں پر اعتراض کرے کہ یہ کیوں؟ تو میں جواب دیتا ہوں کہ

لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدٌ وَهٰذَا عِيْدُنَا. ''ہر قوم کی عید ہوتی ہے آج ہماری عید کا دن ہے''

اور وہ عید ہے جس کے صدقے سے باقی عیدیں ملیں۔ میلاد النبی ھذا یوم عیدنا ''میلاد النبی ہماری عید کا دن ہے''۔

اس حدیث مبارکہ سے دو عمل ثابت ہوئے۔

۱۔ عمل ابوبکر صدیقؓ ۲۔ عمل مصطفیٰ ﷺ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو سنت ابوبکر سے نقشبندیت بنی۔۔۔ اور حضور کے فرمان ھذا عیدنا سے چشتیت کی اصل بنی۔۔۔ اور قادریت وسہروردیت سنت مصطفیٰ ﷺ اور سنت ابی بکر کے درمیان ہے اور ان میں ان دونوں سنتوں کا اختلاط ہے۔ میں نے آپ کو دو حدیں بتادی ہیں کہ یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے۔ جو اس طریق پر چلے کہ منع کرے تو اس پر بھی انکار نہ کریں، برا بھلا نہ کہیں اور جو توسع رکھے اور حضور ﷺ کے میلاد میں محافل سماع کرے اس پر بھی انکار نہ کریں کیونکہ اس کی بھی اصل موجود ہے۔ یہ حقیقتاً مشرب محمدی ﷺ ہے۔

یہاں ایک محدثانہ اور فقیہانہ نکتہ سمجھانا چاہتا ہوں حضور ﷺ نے جب اجازت دے رکھی تھی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیوں روکا؟ یاد رکھ لیں کہ اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اجازت دے دیں تو ان کی اجازت دینا حکم

شریعت نہیں بنتا کیونکہ شریعت، شارع کے امر و نہی سے بنتی ہے۔۔۔ حضور ﷺ حکم دیں یا منع کریں تو شریعت بنتی ہے۔۔۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اجازت دیں تو سنت بنتی ہے، امر اور وجوب شریعت نہیں بنتا ایک سنت بنتی ہے، جواز بنتا ہے۔۔۔ آپ اس سے دلیل لے سکتے ہیں مگر شریعت نہیں بنتی اس لئے کہ وجوب شریعت صاحب شریعت کے قول سے ہوتا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اگر منع نہ کرتے تو جواز پر شریعت کا حکم نہ بنتا مگر آپ نے ایک حد قائم کردی کہ اگر بالکل کھلا چھوڑ دیا تو لوگ حدیں توڑنے لگ جائیں گے۔ آپؓ نے حدود شریعت کی پاسداری کے لئے ایک حد قائم کی اور حضور ﷺ نے فرمایا ''چھوڑ دو، عید کا دن ہے'' چونکہ اگر آقا منع فرمادیتے تو مطلقاً حرام ہوجاتا، جواز کی کوئی شکل نہ رہتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منع کرنے سے شرعاً مطلقاً حرام نہیں بنتا صرف ایک اسوہ بنتا ہے، اصل بنتی ہے اور دلیل بنتی ہے اور اگر حضور ﷺ یہی فرمادیتے تو مطلقاً حرام ہوجاتا۔ پس حضور ﷺ نے اباحت کا راستہ کھول دیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حد بندی کا راستہ قائم کردیا، تاکہ کرنے والے حدود میں رہ کر بھی کرسکیں اور عمل صدیق کو سامنے رکھ کر کوئی حد بھی نہ توڑ سکے۔

اسی باب میں موجود ایک اور حدیث میں الفاظ ہیں کہ وہ بچیاں دف بجا رہی تھیں اور تالیاں مار رہی تھیں۔ تُدَفِّفَانِ (دف بجارہی تھیں وَ تَضْرِبَانِ (اور تالیاں بجارہی تھیں)۔

## كِتَابُ الاستسقاء بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْإِسْتِسْقَآءَ إِذَا قَحَطُوا

## (جو لوگ قحط میں مبتلا ہوں تم لوگوں کا امام سے استسقاء کا سوال کرنا)

☆ قَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَسْقِيْ فَمَا يَنْزِلُ حَتّٰى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ.

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ طَالِبٍ.

''عمر بن حمزہ نے کہا ہم کو سالم بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بتایا میں جب کبھی شاعر کا یہ شعر یاد کرتا اور میں وجہ اقدس نبی اکرم ﷺ کو دیکھتا (کہ آپ منبر شریف پر جلوہ افروز ہوتے) باران رحمت کے لئے دعا کرتے اور آپ منبر شریف سے نیچے نہیں اترتے تھے یہاں تک کہ پرنالے خوب اچھی طرح بہنے لگتے مذکورہ بالا شعر ابو طالب کا ہے۔ (اور وہ شعر یہ ہے)۔

''روشن اور سفید چہرے والے جس کے رخ انور کے وسیلہ سے باران رحمت مانگی جاتی ہے جو یتیموں کے فریادی ہیں اور بیواؤں کو پناہ دینے والے ہیں''۔

اس حدیث مبارکہ میں امام بخاری نے حضور ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کا شعر صحیح بخاری میں روایت کیا ہے جو انہوں نے حضور ﷺ کی نعت میں لکھا تھا۔ حضرت ابو طالب نے بہت نعتیں حضور ﷺ کی شان میں لکھی تھیں۔

''راوی کہتے ہیں کہ میں ایک شاعر کا شعر یاد کرتا اور حضور ﷺ کو چہرہ پاک کو تکتا۔ اس شعر کو یاد کرکے پڑھ کر حضور کو تکتا، صاف آسمان پر بادل امنڈ آتے اور موسلا دھار بارش ہوتی اور گھروں تک جانے تک گھروں کے میزاب

(پرنالے) بہنے لگ جاتے''۔ اس کے بعد امام بخاری بیان کرتے ہیں وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ طَالب ''یہ شعر حضرت ابو طالب کا شعر ہے'' اور پھر امام بخاری وہ شعر روایت کرتے ہیں۔

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ

ضمناً یہ بات بھی ذکر کرتا چلوں کہ 36 صحابہ حضور ﷺ کے نعت خوان تھے۔ جن کے اسماء یہ ہیں

## حضور نبی اکرم ﷺ کے نعت گو اور نعت خواں صحابہ کرام

۱۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ عم النبی ﷺ
۲۔ حضرت حمزہ ؓ
۳۔ حضرت ابو طالب ؓ
۴۔ حضرت ابوبکر ؓ
۵۔ حضرت عمر فاروق ؓ
۶۔ حضرت عثمان ؓ
۷۔ حضرت علی ؓ
۸۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (بنت النبی ﷺ)
۹۔ سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب ؓ (عمۃ النبی ﷺ)
۱۰۔ حضرت ابوسفیان بن الحارث ؓ (ابن عم النبی ﷺ)
۱۱۔ حضرت عبداللہ بن رَواحۃ ؓ
۱۲۔ حضرت کعب بن مالک الانصاری ؓ
۱۳۔ حضرت حسان بن ثابت ؓ
۱۴۔ حضرت زہیر بن صُرد الجشمی ؓ
۱۵۔ حضرت عمر بن مالک الخزاعی ؓ
۱۶۔ حضرت عباس بن مرداس السلمی ؓ
۱۷۔ حضرت کعب بن زہیر ؓ
۱۸۔ حضرت قُرّۃ بن ھُبَیْرَۃَ العامری ؓ
۱۹۔ حضرت عبداللہ بن الزِبَعْرٰی ؓ
۲۰۔ حضرت ابوعزہ الجُمحی ؓ
۲۱۔ حضرت قتیلہ بنت النضر بن الحارث القرشیہ ؓ
۲۲۔ حضرت بکر بن وائل ؓ
۲۳۔ حضرت مالک بن نمط الہمدانی ؓ
۲۴۔ حضرت انس بن زنیم ؓ (اناس بن زنیم)
۲۵۔ حضرت اصید بن سلمۃ السلمی ؓ
۲۶۔ حضرت مالک بن سعد النصری ؓ (رئیس ہوازن)
۲۷۔ حضرت قَیس بن بحد الاشجعی ؓ
۲۸۔ حضرت عمرو بن سبیع الرھاوی ؓ
۲۹۔ حضرت کلیب بن اسید الحضرمی ؓ
۳۰۔ حضرت النابغۃ الجعدی ؓ
۳۱۔ حضرت مازن بن الغضوبۃ الطائی ؓ
۳۲۔ حضرت الاعشیٰ المازنی ؓ
۳۳۔ حضرت فضالۃ اللّیثی ؓ
۳۴۔ حضرت عمرو بن سالم الخزاعی ؓ

(اس کی مزید تفصیلات کے لئے میری کتاب میلاد النبی ﷺ کا مطالعہ کریں، یہ کتاب میلاد النبی ﷺ کے منانے کے دلائل پر 1000 صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ اسلام میں میلاد النبی کی مشروعیت پر دلائل شرعیہ پر 1200 سال کی تاریخ میں لکھی گئی کتب میں سے سب سے ضخیم کتاب ہے ورنہ جتنی کتب لکھی گئیں ان کے صفحات کی تعداد بہت کم ہے۔)

کمال بات یہ ہے کہ امام بخاری نے درج بالا حدیث میں حضرت ابو طالب کا نعتیہ شعر بارش کے لئے حضور ﷺ کا وسیلہ یعنی توسل کے ضمن میں درج کیا۔ اسی باب کے اندر موجود اگلی حدیث بھی توسل پر دلالت کر رہی ہے۔

☆ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کَانَ اِذَا قَحَطُوْا اسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ.

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور کہتے اے اللہ تیری بارگاہ میں ہم اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو تو ہم پر رحمت کی بارش برسا دیا کرتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی اکرم ﷺ کے چچا جان کا وسیلہ لے کر آتے ہیں ہم پر باران رحمت نازل فرما۔ فرماتے ہیں ان پر بارش برس پڑتی‘‘۔

## توسل بالنبی ﷺ اور توسل بغیر النبی/ من اہل البیت والصحابہ والاولیاء والصالحین کا ثبوت

اس حدیث مبارکہ سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کل صحابہ کرام اور امام بخاری کا عقیدہ واضح ہو رہا ہے۔ نیز اس حدیث مبارکہ سے توسل بالصراحت ثابت ہو رہا ہے اور توسل بالنبی کا اثبات بھی حدیث مبارکہ میں موجود ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا کہ ہم تیری بارگاہ میں حضور کا وسیلہ پیش کرتے تھے۔ علاوہ ازیں توسل بغیر النبی، توسل باہل البیت، توسل بالصحابہ، توسل بالاولیاء بھی صحیح البخاری کی روشنی میں سنتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ مزید یہ کہ امام بخاری کے مذکور الفاظ فَیُسْقَوْنَ (بارش ہو جاتی تھی) توسل کی قبولیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

## توسل بالنبی ﷺ بعد از وصال بھی جائز ہے

یہاں بعض احباب نادانی کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب حیات تھے، اس وقت ان کی زندگی میں توسل جائز تھا اس لئے کہ حدیث مبارکہ سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ جب حضور ﷺ حیات تھے تو صحابہ ان کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے، لیکن حضور ﷺ کے وصال کے بعد ان سے توسل جائز نہیں اس لئے کہ اگر وصال کے بعد بھی حضور ﷺ سے توسل جائز ہوتا تو پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا وسیلہ کیوں پیش کرتے اب بھی حضور ﷺ سے کرتے؟

یہ اعتراض علمی اور مضبوط نہیں اور بے خبری کی وجہ سے ہے۔ اس حدیث کی شروح اور کتب حدیث کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ گھر بیٹھے کوئی عام توسل نہ تھا بلکہ یہ صلاۃ الاستسقاء کا توسل تھا۔ صحابہ کرام استسقاء کے لئے مدینہ شریف سے باہر عیدگاہ میں جاتے اور خلیفہ وقت ہی جمعہ، عیدین کی نمازوں کی امامت کیا کرتے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو شرعاً تو یہ چاہئے تھا کہ خلیفہ وقت نماز استسقاء کی امامت بھی کروائیں مگر ہوتا یہ کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود مصلے پر کھڑے نہ ہوتے، بلکہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے آگے کر دیتے۔ اب وہاں حضور ﷺ کو تو نہیں کھڑا ہونا تھا۔ حیات وممات کا کوئی تعلق اس موضوع سے نہیں ہے، اس وقت تو عیدگاہ میں نماز استسقاء ادا کی جا رہی ہے اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کو امام بنایا جا رہا ہے چونکہ امام فاروق اعظم کو بننا چاہئے تھا اور وہ نہیں بن رہے اور اپنی جگہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر رہے ہیں۔ صحابہ بھی سوچتے ہوں

گے کہ امیر المومنین خود کھڑے ہونے کی بجائے ان کو کھڑا کر رہے ہیں۔ اس موقع پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز استسقآء میں پڑھاتا مگر میں نے اس لئے نہ پڑھائی کہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ ہمارے پاس ہیں۔ ایک وقت تھا کہ اسی عیدگاہ میں قحط کے وقت حضور ﷺ خود نماز پڑھاتے۔۔ عقیدہ دیکھیں کہ وہ یہ نہیں کہہ رہے کہ حضور ﷺ کی نماز استسقآء کی وجہ سے بارش ہوئی۔۔۔ یہ نہیں کہہ رہے کہ۔۔۔ حضور ﷺ ہمیں صلاۃ الاستسقآء پڑھاتے اور بارش ہوتی۔۔۔ پڑھاتے نماز تھے مگر صحابہ کی نگاہ نماز استسقآء پر نہیں بلکہ وجود مصطفیٰ ﷺ پر رہتی تھی۔۔۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں کہ

كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا۔۔۔ ہم تیرے نبی کا وسیلہ پیش کرتے اور تو ان کے صدقے بارش کرتا تھا۔۔۔ پس نماز استسقآء درمیان میں ایک بہانہ تھا اور اب اسی نماز استسقآء کے لئے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا۔ اس وقت امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ جب حضور ﷺ کا دور تھا تو یہاں وہ کھڑے ہوتے تھے اور ان کے توسل سے بارش ملتی۔ معترضین اعتراض کرتے ہیں کہ اب حضور ﷺ کے وصال کے بعد توسل جائز نہیں۔۔۔ آؤ ذرا صحیح بخاری کے الفاظ پر دوبارہ غور کریں اب بھی توسل مصطفیٰ ﷺ ہی کا ہو رہا ہے۔۔۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ پڑھیں اِنَّـا نَتَوَسَّـلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّـنَـا۔۔۔ یہ نہیں کہا کہ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ ہے بلکہ کہا کہ تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔۔۔ اب بھی وسیلہ اسی رشتے کا دیا جا رہا ہے۔۔۔ امام بخاری نے خود ہی مسئلہ حل کر دیا۔۔۔ یہ نہیں کہا کہ اِنَّـا نَتَوَسَّلَ اِلَيْكَ بعباس بن عَبْدُالمطلب۔۔۔ بلکہ کہا کہ تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔۔۔ اس موقع پر اور بھی کئی ایسے احباب موجود ہوں گے جو رشتے میں دوسرے لوگوں کے چچا ہوں گے۔۔۔ مگر ہر ایک کے چچا سے تو وسیلہ نہیں ہوتا اس لئے عرض کیا اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں گویا اس وقت بھی بارش مصطفیٰ ﷺ کے رشتے کے سبب سے ہوئی اس وقت توسلِ مصطفیٰ ﷺ تھا اب توسلِ نسبتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔

جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا تو حضرت زبیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ قَدْ تَوَجَّهَ بِیَ الْقَوْمُ اِلَيْكَ لِمَكَانِ مِنْ نَبِيِّكَ.

''اے اللہ یہ قوم صحابہ میری طرف متوجہ ہوئی چونکہ میری نسبت اور رشتہ تیرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے ان کے صدقہ بارش عطا کر دے''۔

یہاں سے حضرت عباس بن عبدالمطلب کا عقیدہ بھی واضح ہو رہا ہے۔ معترضین نے نہ پڑھا، نہ سمجھا، نہ چھان بین کی صرف فتوے پر زور دیا۔ پس اس حدیث مبارکہ سے ثبوت توسل حاصل ہوا۔

## بَابُ الْاِسْتِسْقَآءِ فِی الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ (جامع مسجد میں بارش کے لئے دعا کرنا)

''شریک بن عبداللہ بن ابونمیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ذکر کرتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی (کعب بن مرہ یا خارجہ بن حصن) جمعہ کے دن منبر شریف کے سامنے جو دروازہ تھا اس سے داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا:

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيْثُنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا

"یارسول اللہ ﷺ اموال ہلاک ہوگئے اور راستے منقطع ہوگئے۔ آپ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔ اے اللہ ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ ہم پر بارش برسا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ہم کو آسمان پر کوئی بادل اور نہ ہی بادل کا ٹکڑا اور نہ ہی کوئی اور چیز دکھائی دے رہی اور نہ ہمارے اور سلع (مدینہ شریف کے متصل ایک مشہور پہاڑ) کے درمیان کوئی گھر اور چار دیواری تھی (جو بادل کے دیکھنے میں حجاب ہوں یعنی بادل پوشیدہ یا پہاڑوں کے پیچھے چھپا ہوا نہیں تھا) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے اس سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی مثل تھوڑا سا بادل نمودار ہوا اور جب وہ (بادل کا ٹکڑا) آسمان کے درمیان آیا تو پھیل گیا اور پھر وہ بادل برسا۔

قَالَ وَاللّٰهِ مَارَاَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا. "اللہ کی قسم ہم نے ایک ہفتہ سورج نہیں دیکھا۔"

پھر وہی آدمی آئندہ جمعہ کو اسی دروازہ سے داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس آدمی نے کھڑے ہوکر آپ کی طرف منہ کرکے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہوگئے اور راستے منقطع ہوگئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ وہ بارش روک دے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر عرض کیا:

فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ.

"اے اللہ بارش ہمارے اردگرد (پہاڑوں وغیرہ پر) ہو ہمارے گھروں پر نہ ہو۔ اے اللہ ٹیلوں، پہاڑوں، چھوٹے چھوٹے ٹیلوں، ندیوں اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر بارش ہو۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا بارش ختم ہوگئی:

قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ. اور ہم مسجد سے نکلے اس حال میں کہ ہم دھوپ میں چل رہے تھے"۔

امام بخاری ایک ہی مقام پر مسلسل 13 مرتبہ یہ حدیث لائے ہیں۔ ترجمۃ الباب بدلتے جارہے ہیں مگر حدیث ایک ہی ہے۔ اسی سے امام بخاری کا عقیدہ واضح ہورہا ہے۔ آپ عاشق تھے، افسوس کہ کسی نے امام بخاری کو سمجھا ہی نہیں اور نہ سمجھنے والے ہی وارث بن بیٹھے۔ ان 13 مسلسل روایات کے علاوہ بھی بخاری شریف میں اس حدیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے۔

امام بخاری نے حضور ﷺ کی محبت وعشق کی بات کو دہرانے کے لئے بہانے ڈھونڈے ہیں۔ مذکورہ حدیث کا باب "جامع مسجد میں بارش مانگنا" بنادیا۔۔۔ اس حدیث کو دوبارہ لانے کو دل چاہا تو اگلا باب بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ (جمعہ کے خطبہ میں بارش کیلئے دعا کرنا درانحالیکہ خطیب قبلہ رخ نہ ہو) قائم کردیا۔۔۔ پھر جی نہیں بھرا اور اس حدیث کو لانے کے لئے باب قائم کیا بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ (منبر پر بارش کی دعا کرنا)۔۔۔ پھر جی نہیں بھرا، اسی حدیث کے لئے بَابٌ مَنِ اكْتَفٰى بِصَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ (جس شخص نے استسقاء کے حال میں نماز جمعہ کو کافی سمجھا)۔۔۔ حضور ﷺ کا یہ واقعہ دوبارہ دہرانے کے لئے اگلا باب الدُّعَاءِ اِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ (کثرت بارش کی وجہ سے جب راستے منقطع ہوجائیں تو دعا کرنا) قائم کردیا۔۔۔ پھر اسی مضمون کو دھرانے کے لئے بَابُ مَاقِيْلَ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَآئَهٗ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (جو یہ کہا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن استسقاء میں اپنی چادر کو نہیں الٹایا)۔۔۔ بَابُ اِذَا اسْتَشْفَعُوْا اِلَى الْاِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ (جب لوگ امام سے سفارش کریں تاکہ وہ ان کیلئے بارش برسنے کی دعا کرے تو امام ان کی درخواست کو مسترد نہ کرے)۔۔۔ بَابُ اِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ الْقَحْطِ (جب مشرک لوگ قحط کے وقت مسلمانوں سے (بارش کیلئے) دعا کی

درخواست کریں)۔۔۔بَابُ الدُّعَآءِ اِذَا کَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا (جب بارش بکثرت ہو تو یہ دعا کرنا اے اللہ ہمارے اردگرد بارش ہو اور ہمارے گھروں پر نہ ہو)۔۔۔اور بَابٌ مَّنْ تَمَطَّرَ فِی الْمَطَرِ حَتّٰی یَتَحَادَرَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ (جو شخص (ارادتاً) اپنے اوپر بارش برساتا رہا حتی کہ اس کی داڑھی سے قطرے ٹپکنے لگے) کے عنوانات سے ابواب قائم کئے۔

الغرض امام بخاری ابواب کے نام بدلتے گئے اور حضور ﷺ کی کہانی سناتے گئے۔ کہانی ایک ہے، عنوان بدلتے گئے۔۔۔ میں نے حدیث کے اس قدر تکرار پر بڑا سوچا کہ امام بخاری نے کس بناء پر اس حدیث کو مسلسل روایت کیا؟ میرا وجدان کہتا ہے کہ امام بخاری کو اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ کی ایک ادا پسند آ گئی اور اسی کو امام بخاری بار بار لکھ رہے ہیں اور یہ عاشقوں کا وطیرہ ہے۔۔۔ کوئی محدث اور کوئی امام بغیر عشق نبی ﷺ نہیں بنا ہے۔ یاد رکھ لیں کہ کسی کو علم، امام بناتا ہی نہیں بلکہ امام، عشق بناتا ہے۔ امام، علم سے نہیں بنتے بلکہ امام عشق سے بنتے ہیں اور وہ ادا جو امام بخاری کو پسند آئی وہ یہ ہے کہ۔۔۔ چونکہ حضور دعا مانگ کر چلے گئے تھے اور بادل کو حکم دے کر چلے گئے تھے (پس یہ تصرف مصطفیٰ بھی ہے ساری کائنات زمین سے عرش تک اور عرش سے زمین کی تہوں تک تصرف مصطفیٰ ﷺ کے تحت ہے) اب اسے روکیں تو وہ برسنے سے رُکے۔۔۔ اب بادل بھی ڈر رہا ہے کہ اگر خود بخود رُک گیا تو کہیں حضور ناراض ہی نہ ہو جائیں۔۔۔ بارش ہوتی رہی، مسلسل آٹھ دن، آٹھ راتیں بارش ہوتی رہی۔۔۔ اگلا جمعہ آ گیا۔ اسی شخص نے دوبارہ بارش کے رکنے کی دعا کے لئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی انگلی کو اوپر اٹھایا بعض احادیث میں اَللّٰھُمَّ کے ساتھ ہے اور بعض روایات میں اَللّٰھُمَّ کے بغیر ہے اور انگلی کو ہلاتے ہوئے فرمانے لگے حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا ''اے بادلو! اردگرد برسو، ہمارے اوپر نہ برسو''۔۔۔ مجھے لگتا ہے کہ حضور ﷺ کے اس فرمان نے امام بخاری کو وجد دے دیا ہے۔۔۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ صحابہ کہتے کہ حضور ﷺ کی انگلی مبارکہ ہلتی جاتی، بادل پھٹتے جاتے۔۔۔ جیسے جیسے دستِ مصطفیٰ ﷺ پھرا، بادل پھٹ گئے، بارش رُک گئی۔۔۔ اور اگلے دنوں بارش مدینہ کے گردونواح میں برستی رہی شہر مدینہ پر بادل برسنا رُک گئے۔

''حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا'' کے الفاظ اور حضور ﷺ کی ادا کو امام بخاری نے چشم تصور میں دیکھا ہوگا اور یہ تصور ہی امام بخاری کو گھائل کر گیا۔ پس اسی کو دہراتے ہوئے اس حدیث کو 14/13 مقامات پر روایت کر دیا۔ مختلف بہانے بنا کر تراجم الابواب بدل بدل کر حضور ﷺ کی ایک ہی حکایت ''حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا'' لکھے جا رہے ہیں۔ فَمَا جَعَلَ یُشِیْرُ بِیَدِہٖ اِلٰی نَھْیَۃ من السماء اِلَّا تفرجتْ جیسے حضور ﷺ کی انگلی ہلتی تھی بادل پھٹتے جاتے۔ پس کائنات میں وہ وجود ہی نہیں جو تابع انگشتِ مصطفیٰ ﷺ نہیں ہے۔

## بَابٌ مَّا قِیْلَ فِی الزَّلَازِلِ وَالْاٰیَاتِ

## (زلزلوں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامات کے متعلق جو کہا گیا ہے)

☆ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ قَالَ ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ.

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ لوگوں نے کہا ہمارے نجد میں بھی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما (صحابہ میں کچھ لوگوں نے) کہا

ہمارے نجد میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا''۔

نجد کے بارے میں محدثین نے شرح کی ہے اور اشارہ کیا ہے کہ نجد، اس وقت عراق کی سرحد پر ایک گاؤں تھا وہاں سے خوارج پیدا ہوئے اور خارجی امتِ محمدی ﷺ کی تاریخ میں پہلے گستاخان رسول ﷺ تھے۔ شیطانی ٹولہ کے الفاظ کے ذریعے حضور ﷺ نے گستاخان کی طرف اشارہ کیا۔ صحیح بخاری میں خوارج کے لئے الحروریۃ کا لفظ بھی آیا ہے۔

## كِتَاب فَضْلِ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

## (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت)

☆ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ ﷺ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی آپ نے فرمایا تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ''۔

## روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر۔۔۔ایک مغالطہ کا ازالہ

اس حدیث پر بعض احباب کو بہت بڑا مغالطہ ہوا اور اس مغالطے کے بانی اور سربراہ علامہ ابن تیمیہ ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ سے پہلے جتنی صدیاں بھی اسلام کی گزری تھیں کسی امام نے یہ معنی نہیں لیا تھا جو علامہ ابن تیمیہ نے لیا۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس Thought کو قائم کیا اور Promote کیا۔ اس کے بعد وہ Thought چلی اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے اتباع نے اس کی پیروی کی۔

علامہ ابن تیمیہ نے اس حدیث سے مراد یہ لیا کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے بھی معاذاللہ سفر کرنا حرام ہے اسی طرح اولیاء اللہ کے مزارات، اجمیر کی طرف، بغداد کی طرف کہیں بھی سفر کرنا حرام ہے اور استدلال اس حدیث سے کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ''کجاوے نہ باندھے جائیں سوائے ان تین مساجد کی طرف'' یعنی نیت کے ساتھ ان مساجد کے سوا کوئی سفر نہ کیا جائے۔

یہ حدیث مختلف کتب حدیث میں کثرت کے ساتھ آئی ہے اور متفق علیہ ہے، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دیگر کتب کے مختلف ابواب میں موجود ہے۔ اس کا معنی غلط سمجھا گیا اور معنی کے غلط سمجھنے پر امام عسقلانی، علامہ عینی، علامہ کرمانی، علامہ قسطلانی، علامہ امام نووی، قاضی عیاض، امام قرطبی شاہد ہیں اور یہ تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ اس حدیث کو یہ مفہوم دینا علامہ ابن تیمیہ کے تفردات میں سے ایک تفرّد ہے اور غلط ہے۔۔۔ اب اس پر میں جواب کے لئے علمی شرح کے طور پر فنی بات سمجھادوں۔ (اس کی تفصیل پڑھنی ہو تو میری کتاب ''شہر مدینہ اور زیارت رسول ﷺ'' کا مطالعہ کریں۔) حضور ﷺ نے فرمایا: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ.

اس حدیث میں ایک لفظ ''اِلَّا'' آیا ہے یہ حرف استثناء ہے۔۔۔ جب کلمہ استثناء آئے تو عربی کا قاعدہ ہے کہ دو چیزیں لازم ہوں گی: ۱۔ مستثنیٰ ۲۔ مستثنیٰ منہ

اِلَّا کے بعد جو آئے گا وہ مستثنیٰ ہوگا اور اِلَّا سے قبل مستثنیٰ منہ ہوگا۔ کسی چیز کی اِلَّا کے ذریعے مستثنیٰ منہ سے نفی کی

جاتی ہے اور جس کی نفی کی جائے وہ اِلاَّ کے بعد مذکور ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جائے:

مَادَخَلَ رَجُلٌ فِی بَیْتِیْ اِلاَّ زَیْدٌ (میرے گھر کوئی شخص داخل نہیں ہوا سوائے زید کے)۔۔۔ لَا اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰه (کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے)۔۔۔ پس قاعدہ یہ ہے کہ کبھی ''مستثنیٰ''، ''مستثنیٰ منہ'' کے بغیر نہیں ہوتا اور کلمہ استثناء کبھی بھی دونوں کے وجود کے بغیر نہیں ہوتا۔

اس قاعدہ کو سمجھ لینے کے بعد اب آیئے حدیث مبارکہ کی طرف کہ اس حدیث سے مغالطہ کیوں پیدا ہوا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ''مستثنیٰ'' کا ذکر ہے مگر ''مستثنیٰ منہ'' کا ذکر نہیں ہے۔۔۔ اور جب مستثنیٰ منہ کا ذکر نہ ہو، محذوف ہو تو عبارت تقدیری لیتے ہیں اور خود متعین کرنا ہوگا کہ اس سے مراد کیا ہے یعنی خود معنی مراد لینا پڑتا ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ کے بغیر نہ استثناء ہوسکتا ہے اور نہ مستثنیٰ ہوسکتا ہے، گویا یہ بات طے ہے کہ ''مستثنیٰ منہ'' ہر حال میں ہوگا۔ اب علمی طور پر دو امکان ہیں۔

۱۔ استثناء مطلق ہوگا ۲۔ یا استثناء مقید ہوگا اور استثناء مقید، استثناء مفرّغ ہوتا ہے۔

اگر استثنیٰ مطلق مراد لیا جائے تو احکامات شریعت درہم برہم ہوجاتے ہیں، اس لئے وہ جائز ہی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں حدیث کا معنی یہ بنے گا کہ

''کسی طرف، کسی کام کے لئے، کسی حاجت، غرض کے لئے سفر نہ کیا جائے اگر سفر حلال اور جائز ہے تو صرف 3 مسجدوں، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف جائز ہے''۔

اس صورت میں ان تین مقامات کے علاوہ کسی جگہ بھی جانا حرام قرار پاتا ہے اس طرح تجارت کیلئے، علم کے حصول لئے، مریض کی عیادت کے لئے دور شہر میں جانا، شادی کے لئے، علاج معالجہ کے لئے، جہاد کے لئے، سیر و تفریح کے لئے جانا حرام قرار پاتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں استثناء مطلق قطعاً مراد نہیں ہے۔ لہذا اس استثناء کو استثناء مقید ماننے کے علاوہ کوئی اور سبیل نہیں ہے۔ جب اس کو استثناء مقید/مفرغ مانا تو اس کی دو شکلیں ہوں گی۔

۱۔ یا مستثنیٰ منہ سے مراد ہر جگہ ہوگی جسے اعم العام کہتے ہیں۔ یعنی کسی طرف نہیں جاسکتے، نہ کسی کے گھر، نہ کسی مدرسہ، سکول، کالج، مزار پر۔ پس مزار کی طرف جانے کی نفی کرنے والوں کو بتادوں کہ اس صورت میں نفی صرف مزار کی نہیں بنتی بلکہ اگر آپ نے کسی دوسرے ملک بیٹی بیاہ دی تو اس بیٹی کو ملنے کے لئے اس کے گھر جانا بھی حرام ہوگا۔۔۔ پس اگر اعم العام مراد لیں تو ہر جگہ جانا حرام ٹھہرا۔ استثناء مقید کی یہ صورت مطلق کے تحت آجائے گی اور یہ استثناء ممکن نہیں کیونکہ ہر جگہ مراد نہیں ہوسکتی۔

اب اس حدیث مبارکہ سے کوئی یہ مراد لے کہ اس حدیث میں مزارات اور روضہ رسول ﷺ پر سفر کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے تو اس سے بڑی بے عقلی، اور جہالت کوئی نہیں۔ اگر یہ حدیث، مزارات کی زیارت سے منع کرتی ہے تو تقدیری عبارت یہ بنے گی۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلٰی قَبْرٍ اِلاَّ اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدِ. ''کسی قبر کی طرف سفر نہ کیا جائے سوائے تین مسجدوں کے''۔

عقلاً کیا یہ عبارت بنتی ہے؟ یہ عبارت ہے یا مذاق ہے۔۔۔ پس قبر کی نفی کرنے والے اس حدیث سے صرف قبر ہی کی نفی نہیں کرسکتے بلکہ ہر جگہ کی نفی مراد لینا پڑے گی۔ ہر مسجد، ہر قبر، ہر جگہ، ہر شہر، ہر ملک کی نفی مراد لینا پڑے گی اور یہ کسی صورت جائز نہیں، ممکن نہیں، معقول نہیں۔

۲۔ استثناء مقید کی پہلی صورت اگر ممکن نہیں تو پھر ''مستثنیٰ'' اور ''مستثنیٰ منہ'' دونوں کو جنس واحد قرار دینا ہوگا۔ جس

جنس کا ذکر اِلّا کے بعد آیا ہے وہی جنس ''اِلّا'' کے ماقبل مراد ہوگی۔۔۔ جس جنس کا استثناء ہے وہی جنس مستثنیٰ منہ ہوگی۔ اگر جنس واحد نہ ہوتو عبارت یوں بنتی ہے مثلاً یہ کہا جائے۔

مَادَخَلَ حَيْوَانٌ فِيْ بَيْتِيْ اِلَّا زَيْدٌ...... مَادَخَلَ كَلْبٌ فِيْ بَيْتِيْ اِلَّا زَيْدٌ

''میرے گھر کوئی کتا/جانور داخل نہیں ہوا سوائے زید کے''۔

پس مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے جنس واحد نہ ہونے کی بناء پر یہ جملہ معقول نہیں۔اسی طرح اگر حدیث مبارکہ میں مستثنیٰ منہ کو جنس غیر بنائیں گے تو تقدیری عبارت غلط اور ناجائز ہوجائے گی، مضحکہ خیز ہوگی۔۔۔ لہٰذا ایک ہی شکل باقی بچتی ہے اور کسی دوسری شکل کا امکان نہیں اور وہ یہ کہ جس جنس کا استثناء ہے، اسی جنس کو مستثنیٰ منہ مانا جائے یعنی جو جنس اِلّا کے مابعد میں ہے وہی جنس اِلّا کے ماقبل ہو۔ پس عبارت تقدیری یہ بنے گی۔

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلٰی مَسْجِدٍ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدِ.

''کسی اور مسجد کی طرف زیادہ ثواب ملنے کی امید لے کر سفر نہ کیا جائے سوائے تین مسجدوں کے، ان میں جائیں تو ثواب زیادہ ملتا ہے''۔

گویا اگر لوگ مختلف مساجد بنادیں اور کہیں کہ یہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور یہاں 50 ہزار کے برابر تو اس طرح زیادہ ثواب کی نیت لے کر دیگر مساجد کی طرف نہ جایا جائے سوائے تین مسجدوں کے جو حضور ﷺ نے مقرر فرمادیں۔

یہ امر بھی ذہن میں رہے ان تین مسجدوں کو اللہ نے قرآن میں مقرر نہیں کیا بلکہ حضور ﷺ نے مقرر کیا ہے۔ معترضین کی عقل پر افسوس کہ جس ہستی نے زیادہ ثواب کا مرکز تین مسجدوں کو ٹھہرایا انہی کے گھر اور قبر کی طرف زیارت کی نیت سے جانے کو حرام قرار دے رہے ہیں۔ثواب دینے والا بلا شک وشبہ اللہ ہے مگر یہاں بات زیادہ ثواب کے لئے مقرر کرنے کی ہے ۔حرم کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر اللہ نے قرآن میں مقرر نہیں کیا بلکہ مصطفیٰ ﷺ نے مقرر کیا ہے اس طرح مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب 50 ہزار اور ایک ہزار نماز کے برابر مقرر حضور ﷺ نے کیا ہے، قرآن نے نہیں کیا۔ ارے! جو مقرر کرکے زیادہ ثواب کی خیرات دینے والا ہے اسی کی زیارت کو حرام کہتے ہو۔ بقول اعلیٰحضرت

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی ظالموں کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

یہاں تک میں نے شرح الحدیث بالعلم بیان کی۔ یہ شرح حدیث قواعد، نحو اور نعت کی رو سے تھی۔ اب اس حدیث کی بیان کردہ شرح پر حدیث ہی کی سند بیان کرتا ہوں کہ بات صرف عبارت تقدیری تک ہی نہیں ہے بلکہ عبارت صریحی بھی ہے۔ حضور ﷺ نے خود مستثنیٰ منہ مسجد کو بنادیا۔

مسند امام احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۳۴ اور ۶۴، حدیث ۱۱۶۳۱ میں مسند ابی سعید الخدری میں حدیث ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

وَذُكِرَتْ عِنْدَهُ صَلَاةٌ فِي الطُّوْرِ.

''کسی نے ان کے سامنے ذکر کیا کہ میں کوہ طور پر جاکر وہاں موجود مسجد میں نماز پڑھتا ہوں، زیادہ ثواب ملے گا''۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَنْبَغِيْ لِلْمَطِيِّ اَنْ تُشَدَّ الرِّحَالَةَ اِلٰی مَسْجِدٍ تُبْتَغاء فيه الصلاة غير مسجدالحرام والمسجد الاقصٰى ومسجدى هذه.

''سواری کرنے والے سوار کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی مسجد کی طرف زیادہ ثواب لینے کے ارادہ اور نیت کے ساتھ سفر کرے سوائے تین مساجد کے مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ''۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ ان مقدس اماکن کی حصول برکت کے لئے زیارت کی غرض سے جانا جائز ہے۔ زیادہ ثواب کی نیت نہ ہو، حصول برکت کے لئے جانا جائز ہے، سنت ہے۔ حضور ﷺ بھی ہر ہفتے مسجد قبا میں جاتے تھے۔

كَانَ يَأْتِيْ رَسُوْلُ اللهِ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا وَفِي رِوَايَةٍ وَ يُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ.

''ہر ہفتے حضور ﷺ مسجد قبا کبھی سوار اور کبھی پیدل جاتے اور وہاں دو رکعتیں پڑھتے''۔

گذشتہ صفحات پر جو عبارت تقدیری کی بات کی تھی وہ نص صریحی کے ساتھ اس حدیث میں موجود ہے۔ یہاں اِلَّا سے پہلے مستثنیٰ منہ حضور ﷺ نے خود اِلٰی مَسْجِدٍ کے الفاظ کے ساتھ ذکر فرمادیا۔

پس علامہ ابن تیمیہ اور ان کے پیروکاروں کے اس استدلال کی اس حدیث مبارکہ سے نفی ہوگئی۔

یہی حدیث مسند ابویعلیٰ جلد۲، ص ۴۸۹، حدیث ۱۳۲۶ میں بھی درج ہے۔ اس طرح یہ حدیث امام طحاوی نے مشکل الآثار میں بھی روایت کی۔ یہی حدیث مجمع الزوائد میں ھیثمی نے بھی روایت کی اور لکھا کہ اس کے اسناد صحیح ہیں، امام عسقلانی نے فتح الباری جلد۳، ص ۶۵ پر بھی روایت کی۔

اس حدیث سے متعلقہ ایک اور حدیث بھی قابل غور ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ الْمَطِيَّ اِلٰى مَسْجِدٍ يُذْكَرُ اللهُ فِيْهِ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ.

(مسند ابی یعلیٰ، ج۲، ص ۴۸۹ حدیث ۱۱۶۰)

''کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں کہ خاص وہاں جاکر ذکر کروں گا سوائے تین مساجد مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے''۔

اس حدیث مبارکہ کی شرح بالحدیث کے حوالے سے صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث ۱۳۹۷ میں بھی حدیث مبارکہ ہے اور اس حدیث میں شرح بطریق حصر ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اِنَّمَا يُسَافَرُ اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ.

''صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کیا جائے''۔

اس حدیث میں کلمہ حصر ''اِنَّمَا'' نے پھر مستثنیٰ منہ مسجد کو بنایا ہے۔ حدیث بخاری میں کلمہ حصر نہ تھا یہاں کلمہ اِنَّمَا کے ساتھ آیا۔ مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ تو ذکر ہی صرف مساجد کا کررہے ہیں اور باقی کسی جگہ کا تذکرہ یہاں نہیں ہورہا۔

حضور ﷺ کا منشاء اپنے روضہ پاک کی زیارت سے منع کرنے کا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ حضور ﷺ کا اپنا فرمان اگلے آنے والے باب اور اس کے ذیل میں آنے والی حدیث سے بھی واضح ہورہا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک طرف وہ منع کریں اور ایک طرف حکم لائیں۔

# بَابُ فَضْلِ مَابَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنبَرِ

## (سیدالانبیاء ﷺ کی قبرانور اور آپ کے منبر شریف کے درمیانی جگہ کی فضیلت)

☆عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدِ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.

''حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے گھر اور میرے منبر شریف کے درمیان (جو جگہ ہے) وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے''۔

☆ دوسری حدیث مبارکہ میں ارشاد مبارک ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَابَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو میرے گھر اور میرے منبر شریف کے درمیان (جگہ ہے) وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض پر ہے''۔

اس باب کے قائم کرنے کے ساتھ ہی امام بخاری کا عقیدہ بھی واضح ہورہا ہے کہ ''لاتشد الرحال'' سے مراد قبر رسول ﷺ کی زیارت سے منع کرنا نہیں ہے اور یہ چیز ترتیب الابواب البخاری سے واضح ہورہی ہے کہ معا بعد قبر رسول کی حدیث لائے ہیں۔ پس جب قبر رسول کی فضیلت میں باب لائے ہیں تو بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ حدیث میں نفی زیارت قبر رسول کی نہیں ہے بلکہ زیارت قبر رسول کا تو حکم ہے۔

درج بالا دو احادیث کو بیان کرنے کے بعد امام بخاری پھر لاتشد الرحال کی حدیث مبارکہ روایت کرتے ہیں اور ماقبل و مابعد روایت کرنے سے ثابت کررہے ہیں کہ لوگو! جہاں منع ہے وہاں زیادہ ثواب کی نیت سے کسی اور مسجد کی طرف جانا منع ہے، زیادہ ثواب کی نیت سے کسی مسجد کی طرف سے نہ جاؤ اگر جانا ہے تو روضہ مصطفیٰ ﷺ پر جاؤ۔

حدیث الباب میں امام بخاری نے لفظ قبر استعمال نہیں کیا بلکہ فرمایا مابین بیتی ومنبری جبکہ باب کے عنوان میں لفظ قبر کو استعمال کیا ''فَضْلِ مَابَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنبَرِ (حضور ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان سارا حصہ جنت کا باغ ہے)

اس طرح کیوں کہا؟۔۔۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری اشارہ دینا چاہتے ہیں کہ کیا لوگوں جنت کی زیارت کے لئے بھی نہ جاؤ گے۔۔۔ مرنے کے بعد معلوم نہیں کسی کو جنت نصیب ہوگی یا نہیں ہوگی، کوئی جنت میں جائے گا تو جنت کی زیارت ہوگی، امام بخاری کہنا چاہتے ہیں کہ لوگو! قبر مصطفیٰ ﷺ جنت ہے اور قبر مصطفیٰ ﷺ سے لے کر منبر مصطفیٰ ﷺ تک سارا خطہ جنت ہے۔۔۔ کیونکہ حضور ﷺ دن میں پانچ مرتبہ یہاں آتے جاتے تھے، جہاں روز پانچ مرتبہ گزر ہوتا تھا، جہاں جہاں مصطفیٰ ﷺ کے قدم لگے وہ جنت کا باغ بن گیا۔

عقیدہ معلوم ہوا کہ جہاں حضور ﷺ کے قدم لگ جائیں وہ خطہ جنت بن جاتا ہے۔ پس امام بخاری سے کہنا چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد معلوم نہیں کسے جنت نصیب ہو، اس لئے جیتے جی جنت دیکھ لو۔ گویا وہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی ترغیب دے رہے ہیں۔

اب کیا معترضین امام بخاری پر قبر پرست ہونے کا فتویٰ لگاسکتے ہیں۔۔۔ اگر قبر کی بات کرنا، روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی بات کرنا قبر پرستی ہے تو پھر محدثین میں سے سب سے پہلے امام بخاری پر قبر پرست ہونے کا فتویٰ صادر ہوتا ہے۔۔۔ اور اگر وہ قبر پرست نہیں بنتے تو پھر ہم بھی چھوٹ جائیں گے۔۔

ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے۔۔۔ حدیث میں الفاظ **بین بیتی و منبری** جبکہ باب کے عنوان میں الفاظ **بین القبر والمنبری** کیوں لائے؟

اصل میں امام بخاری بتانا ہی قبر کا چاہتے ہیں۔ حدیث میں قبر کا ذکر نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے مذکورہ حدیث مبارکہ ارشاد فرمائی تو اس وقت تو آپ حیات تھے اور قبر تو وہاں موجود ہی نہ تھی۔ (اگرچہ قبر کے لفظ کے ساتھ بھی احادیث موجود ہیں)۔۔۔ پس ذہن میں رہے کہ جہاں نبی کی وفات ہوتی ہے وہیں اس کی قبر بنتی ہے، اسے منتقل نہیں کیا جاتا۔ یہ حیات النبی ﷺ کی دلیل ہے۔۔۔ آپ جہاں مرجائیں کیا وہاں کوئی آپ کو دفناتا ہے۔۔۔ حتی کہ اولاد بھی والدین کی وفات کے بعد انہیں گھر میں دفنانا پسند نہیں کرتی بلکہ وفات کے بعد تو جلد از جلد گھر سے نکالنے اور قبرستان دفنانے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ یہ فکر کیوں ہوتی ہے اس لئے کہ وہ شخص اب مردہ ہو چکا ہوتا ہے جبکہ گھر زندہ افراد کا ہوتا ہے اور مردے قبرستان میں ہوتے ہیں۔ نبی کی وفات ہوجائے پھر بھی گھر میں رہتا ہے۔ اگر نبی مردہ ہوتے تو قبرستان بھیجے جاتے، مردے قبرستان جاتے ہیں، زندہ گھر میں ہوتے ہیں۔ نبی کو گھر میں دفنایا اس لئے کہ زندہ ہیں۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ روضہ رسول ﷺ میں بلا جھجک اور بلا روک ٹوک چلی جاتیں۔۔۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد انہیں بھی وہاں دفنایا گیا تو پھر بھی بلا جھجک چلی جاتیں۔۔۔ مگر جب، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور انہیں بھی وہاں دفن کیا گیا تو اب سیدہ عائشہ داخل ہوتیں تو پردہ کرتیں۔۔۔ اگر یہ اصحاب مردہ ہوتے تو کیا سیدہ ان سے پردہ کرتیں۔۔۔ پس سیدہ عائشہ کا عقیدہ تھا کہ یہ دیکھ رہے ہیں۔

حضور ﷺ کو معلوم تھا کہ میری وفات حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہوگی اور دفن بھی آپ نے وہیں ہونا تھا اس لئے حضور ﷺ کا اشارہ اسی طرف تھا کہ اس گھر میں، میں نے دفن ہونا ہے اس گھر سے لے کر میرے منبر تک تمام جگہ جنت ہے۔ اس لئے امام بخاری نے بے دھڑک باب میں ''قبر'' کا ذکر کیا۔ پس امام بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ جیتے جی جنت کی زیارت کیا کرو اس کو حرام کیوں ٹھہراتے ہو۔

آئمہ اور محدثین نے یہاں تک کہا ہے کہ حج کرنے جاؤ تو مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے مدینہ نہ جاؤ اس لئے کہ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے جانے کا کوئی زائد ثواب نہ ہوگا، زائد ثواب وہاں نماز پڑھنے سے ہے۔ زائد ثواب زیارت کرنے کا نہیں بلکہ وہاں نماز پڑھنے کا ہے۔۔۔ پس مسجد نبوی کا ثواب ہے نماز پڑھنے سے اور روضہ رسول ﷺ کا ثواب ہے زیارت کرنے سے۔۔۔ زیارت روضہ اطہر کے لئے ہے۔ نماز مسجد نبوی کے لئے ہے۔۔۔ آئمہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے روضے کی زیارت کی نیت سے جاؤ اس لئے کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب زائد ملنا ہی ہے اس کے لئے نیت کرنے کی شرط نہیں ہے، وہ تو مدینہ میں رہنے والے بھی وہاں نماز پڑھتے ہیں تو ان کے لئے 50

ہزار نمازوں کا ثواب ہے۔ خواہ اس نیت سے سفر کیا یا نہ کیا۔ پس سفر کرو تو رسول پاک ﷺ کے لئے سفر کرو۔

امام مالک کا قول قاضی عیاض نے الشفاء میں روایت کیا کہ اگر کوئی امام مالک کو کہتا کہ میں قبرنبوی کی زیارت کے لئے گیا ہوں تو ناراض ہوجاتے فرماتے کہ قبر تو مردوں کی ہوتی ہے لہذا اب بھی کوئی جائے تو کہا کرو رسول ﷺ کی زیارت کے لئے گیا۔ اگر کوئی کہتا زُرْتُ قَبْرِ النبی اِنَّهُ کَرِهَ.

فرماتے اس طرح کہنا بے ادبی ہے اس لئے کہا کرو۔ زُرْتُ النبی ﷺ (میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی) اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِکَ فَقَدْ رَاٰنِیْ. ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا''۔

پس جب خواب میں دیکھنا، حضور ﷺ ہی کو دیکھنا ہے تو قبر کو دیکھنا بھی حضور ﷺ کو دیکھنا ہوگا۔ پس یہ حیات النبی ﷺ پر دلالت ہے۔ علاوہ ازیں ایسی احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں جن میں حضور ﷺ نے قبر کا ذکر کیا۔

امام احمد بن حنبل نے جلد۳ ص ۶۴ حدیث ۱۱۶۳۲ میں روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَابَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّة.

''میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے''۔

اس حدیث میں قبر کی تصریح موجود ہے۔ پس حضور ﷺ کا درج بالا فرمان اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ میری قبر کی زیارت کے لئے آیا کرو۔ جس طرح عام انسان اپنی صحت کے لئے باغ کی سیر کو جاتے ہیں تو حضور ﷺ بھی اس امر کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ یہ جنت کا باغ ہے اس کی زیارت کو آیا کرو۔

امام دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جس شخص کو خواہش ہو اور خوشی ہو کہ اَنْ اُصَلِّیَ فِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّة کہ وہ جنت کے باغوں میں سے کسی باغ میں نماز پڑھے تو فَلْیُصَلِّ بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ ''وہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان نماز پڑھا کرے''۔

امام مسلم نے بھی کتاب الحج میں مَابَیْنَ الْقَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَة مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّة کا باب قائم کیا ہے۔ گویا امام بخاری و امام مسلم نے باب ایک ہی قائم کیا۔ قبر کی زیارت کا کہنا اس لئے ادباً ممنوع ہے کہ حضور ﷺ کا اپنا فرمان ہے۔

مَنْ جَآءَ نِیْ زَائِرًا لَا یَعْمَلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَة.

''جو میری زیارت کے لئے آیا اور میری زیارت کے علاوہ اس کو کوئی اور حاجت نہ تھی، قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا''۔ (المعجم الکبیر، جلد۱۲، ص ۲۹۱ حدیث ۱۳۱۴۹)

سنن دار قطنی، المعجم الکبیر، سنن الکبریٰ، شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ. (سنن دار قطنی، ج ۲، ص ۲۷۸ حدیث ۱۹۲)

''جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کے لئے آیا پس اس نے میری زیارت کی''۔

پس قیامت تک حضور ﷺ حیات ہیں، حضور ﷺ کی قبر بھی حیات ہے۔ کروڑوں حیاتیں حضور ﷺ کی قبرانور کی حیات پر قربان ہیں۔

ابوالجوزا روایت کرتے ہیں اور صاحب مشکوٰۃ امام تبریزی نے مشکوٰۃ شریف میں روایت کیا ہے کہ مدینہ میں قحط پڑ گیا۔

قُحِطَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةَ قَحْطًا شَدِيْدًا فشَكَوْا اِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا اِلٰى قَبْرِ النبى ﷺ. (سنن دارمی جلد۱، ص ۵۶ حدیث ۹۲)

''مدینہ میں قحط پڑ گیا لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور قحط بارے شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ روضہ رسول ﷺ پر جاؤ اور چھت میں ایسا سوراخ کردو کہ قبر رسول ﷺ اور آسمان کے درمیان پردہ نہ رہے (آسمان جب حضور ﷺ کے روضے کو دیکھے گا تو خود برس پڑے گا) صحابہ نے سوراخ کیا تو موسلا دھار بارش ہوگئی''۔

## كِتَابُ السَّهْوِ بَابُ الْاِشَارَةِ فِى الصَّلٰوةِ (نماز میں اشارہ کرنے کے حکم کے بیان میں)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان جھگڑا ہوگیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے ہمراہ ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے اور رسول اللہ ﷺ کو کچھ دیر کے لئے روک دیا گیا اور نماز کا وقت ہوگیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم چاہتے ہو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لوگوں کے لئے نماز کی تکبیر کہی اور رسول اللہ ﷺ صفوں میں چلتے ہوئے تشریف لائے یہاں تک کہ (اول) صف میں کھڑے ہوگئے:

فَاَخَذَ النَّاسُ فِى التَّصْفِيْقِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِىْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُهُ اَنْ يُصَلِّىَ فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَاللّٰهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَائَهٗ حَتّٰى قَامَ فِى الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ.

''اور لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کردیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، جب لوگوں نے بکثرت تالیاں بجانی شروع کردیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (پہلی صف میں جلوہ فرما ہیں) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پچھلے پاؤں لوٹے یہاں تک کہ صف اول میں آکر کھڑے ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا اے لوگو تمہیں کیا ہوگیا ہے جب تم کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آئے تو تالیاں بجانا شروع کردیتے ہو۔ تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لئے ہے جسے کوئی واقعہ نماز میں پیش آئے اسے سبحان اللہ کہنا چاہئے، جب کوئی سبحان اللہ کہے تو اس کو کوئی نہ سنے گا مگر اس طرف متوجہ ہوگا پھر آپ



Scanned with CamScanner

نے فرمایا:

يَا اَبَابَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

''اے ابوبکر تمہیں لوگوں کو نماز پڑھانے سے کس نے روکا جبکہ میں نے تمہیں اشارہ بھی کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابوقحافہ کے بیٹے کے لائق و مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے''۔

عام افراد کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب نماز ہو رہی ہو تو امام صاحب، مرشد، ولی وقت، قطب زمان، غوث وقت کوئی بھی آجائے تو ان کو اجازت نہیں کہ وہ صفیں چیرتے ہوئے آگے آئے اور مصلّٰی امامت کو سنبھال لے۔ کیونکہ صفیں چیریں گے تو خلل واقع ہوگا، لوگوں کی توجہ ہٹ جائے گی، حکم یہ ہے کہ جب آئیں تو جہاں جگہ پائیں وہی کھڑے ہو جائیں خواہ وہ امام زمان ہو یا غوث وقت اگر حضور ﷺ چاہتے تو پیچھے کھڑے ہو جاتے مگر آپ ﷺ کھڑے نہیں ہوئے يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ ''صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکلتے گئے اور پہلی صف میں کھڑے ہو گئے۔ حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ.

''حضور آئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں کھڑے ہو گئے''۔

صحابہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ اب صحابہ کے لئے حکم کیا ہے؟ از روئے شرع ایسا حادثہ تو رونما نہیں ہوا مثلاً گھر کو آگ لگ گئی۔۔۔ سانپ آگیا ہو۔۔۔ کوئی جان کو خطرہ ہو۔۔۔ یعنی ایسا حادثہ رونما نہیں ہوا جس میں امام کو متوجہ کرنا ضروری ہو جائے۔ صحابہ کا عقیدہ دیکھیں کہ جب حضور ﷺ کو دیکھا تو صحابہ نے تصفیق (الٹے ہاتھ پر ہاتھ مارنا) شروع کر دیا حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھ رہے ہوتے تو وہ دھیان دائیں بائیں، ادھر ادھر نہ کرتے بلکہ یکسو رہتے۔ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ تَصْفِيْقَ اِلْتَفَتَ. ''جب انہوں نے بہت زیادہ تصفیق (تالیاں بجانے) کی آواز سنی تو متوجہ ہوئے''۔

ذرا غور کریں کہ یہ نماز ہو رہی ہے۔۔۔ ادھر عبادتِ الٰہی کو بھی دیکھیں اور صحابہ کا ادب مصطفٰی ﷺ بھی دیکھیں۔ نماز میں حکم ہے کہ ہر وقت توجہ الی اللہ رہے، اب کیا اس صورت حال میں توجہ الی اللہ رہے ہوگی۔۔۔ ہر بندہ تالیاں بجاتا جا رہا ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتانا چاہ رہا ہے کہ حضور ﷺ آگئے ہیں۔ یہی تو ہم میلاد کے دنوں میں کہتے ہیں کہ۔۔۔ حضور ﷺ آگئے ہیں۔۔۔ حضور ﷺ آگئے ہیں۔۔۔ ہم تو مجلس میں تالیاں بجاتے ہیں، خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ حضور ﷺ آگئے ہیں، وہ تو نماز میں بجا رہے ہیں کہ حضور ﷺ آگئے ہیں۔۔۔ حضور ﷺ آگئے ہیں۔

جب یہ شور اٹھا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ شاید کوئی بہت بڑا واقعہ ہو گیا ہے، ہر صحابی نماز کو چھوڑ کر تالیاں بجانے میں لگ گیا۔ پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ ذرا چشم تصور میں لائیں کہ پیچھے موجود شخص کو دیکھنے کے لئے آگے مصلے پر موجود شخص کو کسی حد تک مڑ کر دیکھنا ہوگا۔۔۔ کیا گردن کو معمولی سا گھما کر پیچھے دیکھا جا سکتا ہے کہ کیا ہوا ہے۔۔۔ نہیں بلکہ گردن کو مکمل طور پر گھما کر پیچھے موجود شخص کو دیکھا جا سکتا ہے۔۔۔ پس سیدنا

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے ہی کیا۔۔۔مگر غور کریں کہ نماز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی جاری ہے اور قائم ہے اور پیچھے موجود صحابہ کی نماز بھی جاری ہے اور قائم ہے۔

معترضین صرف اعتراض پر رہے انھوں نے بخاری شریف کو پڑھا ہی نہیں۔۔۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور ہٹنا چاہا تو حضور ﷺ نے انہیں اشارہ کردیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہیں اور نماز جاری رکھیں۔

فَاَشارَ الیہ رَسُوْلُ اللّٰہ یَامُرُ اَنْ یُصَلِّی. حضور ﷺ نے اشارہ فرمادیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ حالت قیام میں اٹھادیئے کہ۔۔۔یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تیرے محبوب ﷺ نے مجھے اس قابل جانا۔۔۔ذرا غور کریں کہ یہ نماز ہورہی ہے۔معلوم نہیں کہ قیام کے دوران قرات میں کہاں تھے کہ حضور آگئے مگر جب اشارہ ملا تو جو پڑھا تھا وہیں چھوڑا۔۔۔اور شکر کے لئے ہاتھ بلند کردیئے۔۔۔یہ نماز ہورہی ہے۔۔۔ہر کوئی حضور ﷺ میں مشغول ہے، توجہ الی المصطفی ﷺ رہے اور یہی عبادت خدا ہے۔۔۔سیدنا ابوبکر صدیق نے ہاتھ اٹھا کر شکرانہ ادا کیا اور پھر مصلی چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔حضور ﷺ آگے ہوگئے اور بقیہ جماعت کروائی۔اگر حضور ﷺ منع فرمانا چاہتے تو اسی وقت منع فرمادیتے کہ تالیاں نہ بجاؤ، مگر تالیاں بج رہی تھیں کہ حضور ﷺ آگئے ہیں اور حضور ﷺ اس عمل کو دیکھ کر مسرور ہورہے تھے۔اپنے عاشقوں کے عشق کو دیکھ کر منع نہیں فرمارہے۔نیز صحابہ کرام کو مسئلہ بھی سمجھا دیا کہ اگر آئندہ کبھی ایسا مسئلہ درپیش ہو تو سبحان اللہ کہا کرو۔گویا حضور ﷺ نے توثیق فرمادی پہلے توثیق تقریری تھی اب توثیق قولی ہوگئی۔

یہ مسئلہ سمجھانے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جب میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اپنی جگہ کھڑے رہیں اور نماز جاری رکھیں تو کس چیز نے تمہیں منع کیا اور تم پر مصلی چھوڑ کر پیچھے آگئے۔ قربان جائیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ادب مصطفیٰ پر کہ آپ غرقاب عشق رسول ﷺ ہیں، فنائے ادب مصطفیٰ ﷺ ہیں۔۔۔عرض کرنے لگے۔مَاکَانَ یَنْبَغِیْ لِابْنِ ابِیْ قحافۃ اَنْ یُصَلِّی بَیْنَ یَدِی رسول اللّٰہ.

"حضور ﷺ آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ رسول اللہ کے آگے کھڑے ہوکر نماز پڑھے"۔

عاجزی اور ادب ملاحظہ کریں کہ اپنا نام بھی نہیں لیا بلکہ عرض کیا کہ ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کی نماز میں آپ کی طرف پشت کرکے کھڑا رہے۔مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ اگر نماز میں استقبال القبلہ، کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے تو مصطفیٰ کی طرف پشت نہ کرنا بھی شرط ہے۔۔۔اس لئے کہ سامنے کعبہ تھا پیچھے کعبے کا کعبہ تھا۔۔۔ثابت کردیا کہ صرف استقبال القبلہ ہی نہیں بلکہ استقبال قبلۃ القبلہ بھی ہے۔۔۔پس اس سوال کا جواب بھی مل گیا کہ حالت نماز میں حضور ﷺ کا دھیان آنے سے نماز ہوتی ہے یا ٹوٹتی ہے؟ بعض احباب صفائی دیتے ہوئے یہ جملہ کہتے ہیں کہ توجہ نہیں گئی، بلکہ لکھتے ہیں کہ اگر اپنی ہمت لگادے اور بہت توجہ کرے خواہ رسالت مآب ﷺ ہی کیوں نہ ہوں، نماز نہیں ہوتی۔۔۔اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں جو واضح ہورہا ہے وہ یہ ہے کہ سب صحابہ کی توجہ اور ہمت حضور ﷺ کی طرف لگی، سارا دھیان ہی حضور ﷺ کی طرف ہوگیا، امام سے لے کر مقتدی تک سوائے مصطفیٰ ﷺ کے کسی اور کو کچھ یاد ہی نہیں پھر بھی نماز قائم رہی۔۔۔پس نماز کامل ہوتی ہے اگر دھیان مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہوجائے۔

# كِتَابُ الاذان. بَابُ اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

# (صاحبِ علم وفضل امامت کا زیادہ مستحق ہے)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم ﷺ کے اطاعت گزار، خادم اور صحابی تھے روایت کرتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی مرض الموت میں لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ جب سوموار کا دن تھا لوگ نماز کے لئے صف بستہ کھڑے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور کھڑے کھڑے ہماری طرف دیکھنے لگے: کَاَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ ''گویا کہ آپ کا چہرہ مبارک مصحف کا ایک ورق تھا۔ پھر آپ خوشی سے مسکرائے''، دیدار نبی اکرم ﷺ کے سبب خوشی سے ہم نے فتنہ میں پڑ جانے کا قصد کیا

فَنَكَصَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ اَنْ اَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ.

''اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے آئے تاکہ صف تک پہنچیں اور گمان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے لئے تشریف لانے والے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور آپ نے پردہ کو نیچے گرادیا اور اس دن آپ ﷺ نے وفات پائی''۔

اس حدیث کو امام بخاری کتاب الاذان، کتاب التہجد، کتاب المغازی، امام مسلم کتاب الصلاۃ، امام نسائی، ابن ماجہ، احمد بن حنبل، امام ابن خزیمہ ہر امام نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

نماز کے لئے صف بندی نہ تھی بلکہ نماز میں صف بندی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کو دیکھا حضور ﷺ نے ہمیں دیکھا۔ حضور ﷺ مسکرا رہے تھے اور مسکراتا چہرہ ایسے لگ رہا تھا گویا قرآن کھل گیا ہو۔ شاعر اس موقع پر کہہ اٹھا۔

مصحفِ را ورق ورق دیدم　　　　ہیچ سورت نہ مثلِ صورت او

عاشق کہتا ہے کہ میں نے قرآن کی 114 سورتیں ایک ایک کرکے کھنگال دیں کوئی سورت بھی صورت مصطفی ﷺ جیسی نہ لگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے چہرے کو تکنے سے اتنی خوشی اور سرور ہوا کہ ایسا جی چاہ رہا تھا کہ سب نمازیں توڑ دیں اور سارے نمازی مصطفی ﷺ کے دیدار میں فنا ہوجائیں۔ ذرا چشمِ تصور میں مسجد نبوی کو لائیں جب مسجد نبوی میں قبلہ رخ ہوکر کھڑے ہوں تو حضور کی قبر بائیں طرف آتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بندہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے نہ کہ دائیں بائیں، جب صحابہ نماز پڑھ رہے تھے تو ان کی نگاہ بھی سجدہ گاہ کی طرف تھی مگر انہوں نے بائیں طرف حجرہ مبارک سے پردہ اٹھنے پر حضور ﷺ کا چہرہ کس طرح دیکھ لیا؟ صحابہ نے حالت نماز میں انتہائی بائیں طرف سے نمودار ہونے چہرہ مصطفی ﷺ پر پہلی مسکراہٹ کو کیسے دیکھ لیا؟ انہوں نے چہرہ مصطفی ﷺ جو کھلے قرآن کی مانند انہیں نظر آیا، اس کو کیسے دیکھ لیا؟---



Scanned with CamScanner

کیونکہ اگر حالت نماز ہو اور انسان کی نگاہ سجدہ گاہ کی طرف ہو تو بائیں طرف سے آنے والے شخص کو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا۔۔۔ صحابہ بھی چہرہ مصطفیٰ ﷺ کو حالت نماز میں دیکھ ہی نہ سکتے تھے مگر کیسے دیکھا؟ جب تک قبلہ کو چھوڑ کر پلٹ کر چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی طرف منہ نہ کرلیا ہو۔ جب تک قبلہ رخ چھوڑ کر رخ مصطفیٰ ﷺ کو قبلہ نہ بنالیا ہو۔ پس صحابہ کے رخ پھر گئے۔۔۔ میں اس مقام پر اکثر کہا کرتا ہوں کہ اس موقع پر صحابہ کرام کے دل و دماغ میں ایک مناظرہ ہوا ہوگا۔

دماغ کہتا ہوگا رخ نہ پھیرو، نماز ٹوٹ جائے گی۔۔۔ دل کہتا ہوگا ٹوٹ گئی تو پھر قضا پڑھ لیں گے۔۔۔ دماغ کہتا ہوگا قبلہ اس رخ ہے ادھر ہی دھیان رکھو۔۔۔ دل کہتا ہوگا کہ اگر قبلہ ادھر ہے تو کعبہ کا کعبہ ادھر ہے۔۔۔ دماغ کہتا ہوگا، نماز ٹوٹ جائے گی۔۔۔ دل کہتا ہوگا نمازیں جو قضا ہوں پھر ادا ہوں۔۔۔ نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں۔۔۔ اگر دیدار قضا ہوگیا تو پھر اس کی کوئی ادا نہیں ہے، نماز قضاء ہوگئی تو ادا ہو جائے گی۔

عقل و عشق میں یہ مناظرہ ہوا ہوگا۔ صحابہ نے رخ قبلہ چھوڑ دیا، رخ مصطفیٰ ﷺ کو تک لیا۔۔۔ یہ تو مقتدیوں کی نماز تھی۔۔۔ آئیں ذرا امام کا حال بھی دیکھیں۔۔۔ ابوبکر جائے نماز چھوڑ کر پیچھے آگئے اور گمان کیا کہ آپ ﷺ امامت کے لئے تشریف لارہے ہیں۔ کسی نے سوال کیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیسے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ آرہے ہیں؟۔۔۔ جواب دیا کہ پردہ ہٹنے کی آواز سے معلوم ہوا ہوگا کیونکہ ازواج مطہرات میں سے تو کوئی باہر آ نہیں سکتا، اس لئے حضور ﷺ ہی ہوں گے جنہوں نے پردہ اٹھایا ہے۔

بعض شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ جب پردہ ہٹا تو چہرہ انور سے نور کی شعاعیں نکلی ان نور کی شعاعوں کی چمک سے معلوم ہوگیا کہ حضور ﷺ ہی ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دھیان بھی حضور ﷺ ہی کی طرف تھا، اس لئے انھوں نے بھی یہ خیال کیا کہ حضور ﷺ آگئے ہیں۔۔۔ گویا صحابہ اسی دھن میں رہتے تھے کہ حضور ﷺ آگئے ہیں۔۔۔ بس آپ بھی اسی دھن میں رہا کرو۔۔۔ جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ نے رخ بدل لئے ہیں اور امام نے مصلیٰ چھوڑ دیا تو حدیث میں آتا ہے کہ فَاَشَارَ عَلَینَا النَّبِی اَنْ اَتِمُّوْا صَلاتَکُمْ ''حضور نے اشارہ فرمایا (کہ میں نے جو دیکھنا تھا دیکھ لیا) اپنی نماز مکمل کرلو''۔

قبلے سے رخ پھر گئے، سماں بدل گیا، حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوگئے، ہمتیں، دھیان، توجہ لگ گئی، چہرے بدل گئے۔ اگر نماز ٹوٹ گئی ہوتی تو حضور ﷺ فرماتے کہ نماز دہرالو، لیکن یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمان اَنْ اَتِمُّ صَلَاتَکُم ''قبلہ رخ بھی چھوٹ گیا، مصلیٰ بھی چھوٹ گیا، مجھے تکتے رہے، نماز توڑنے کے ارادے ہوگئے، مگر یہ سب کچھ میری خاطر ہوا ہے۔۔۔ اس لئے نماز ہورہی ہے، نماز قائم ہے۔۔۔ تم پوری کرلو، صحابہ نے نماز پوری کرلی۔

ثابت ہوا کہ دوران نماز حضور ﷺ طرف توجہ اور دھیان سے نماز کامل ہوتی ہے ناقص نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی نماز اس لئے کامل ہوتی تھی کہ ان کا مذہب عشق تھا۔

اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی — نماز تیرے نظارے کا اک بہانہ بنی

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

❀❀❀❀❀❀